وہ کہ ایسا ستمگر ہو

فرحت اشتیاق

سناٹے کو چیرتی ایک فائر کی آواز گونجی تھی اور ساتھ ہی کسی جانور کی خوفناک سی چنگھاڑ بھی سنائی دی تھی اور وہ جو پہلے ہی حواس باختہ سی ڈری سہمی نظروں سے گردوپیش کا جائزہ لے رہی تھی اس اچانک افتاد پر بے اختیار بوکھلا کر اس کے منہ سے طویل و عریض چیخ برآمد ہوئی۔ پھر اس چیخ کا گلا بڑی ہی بے دردی کے ساتھ کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر گھونٹ دیا اور ساتھ ہی انگریزی میں نہایت ہی سفاک لہجے میں اس سے کہا گیا۔

"خبردار اگر کوئی حرکت کی یا منہ سے آواز نکالی۔ جان سے مار دوں گا۔" اور وہ بے چاری تو پہلے ہی اتنی سہمی ہوئی تھی مزید کسر اس کے سرد وسناک لہجے نے پوری کر دی تھی اس سے تو خوف کے مارے گردن موڑ کر یہ تک نہ دیکھا گیا کہ اسے دھمکانے والا جلاد آخر ہے کون۔ وہ بدستور اس کے منہ پر ہاتھ رکھے اسے گھسیٹتا ہوا دو چار قدم پیچھے ہٹا اور پھر اسے کچھ دور لا کر زمین پر پٹختا ہوا بولا۔

"بغیر کوئی آواز نکالے یہاں بیٹھی رہو۔ پہلے ہی میرا سارا پلان چوپٹ کر دیا ہے۔ اگر ذرا سی بھی آواز نکالی تو چھوڑوں گا نہیں۔" آئلہ بے چاری تو اتنی سخت اور کھردری زمین پر اپنے پٹخے جانے پر بازوؤں سے رِستا ہوا خون ہی دیکھتی رہ گئی اور وہ دوبارہ آگے بڑھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

"یا اللہ یہ کس جرم کی سزا ہے، اتنے ویران خوفناک جنگل میں اتنے ہی خوفناک آدمی سے واسطہ پڑا ہے۔ یا اللہ مدد فرما۔" وہ خاموشی سے اپنی چوٹیں سہلاتی ہوئی آنسو بہا رہی تھی جب وہ واپس آتا دکھائی دیا۔ آئلہ نے اسے دور سے اپنی طرف آتے دیکھا تو نئے سرے سے سہم گئی۔ اس کی خوفناک قسم کی دھمکی اسے بری طرح خوف زدہ کر گئی۔

"تمہاری وجہ سے میری اتنے دنوں کی محنت برباد ہو گئی۔ تم اسٹوپڈ لڑکی۔ میرا دل چاہ رہا ہے تمہارا گلا دبا دوں۔ تمہیں اتنی بے تکی قسم کی چیخ مارنے کی ضرورت کیا تھی۔ اگر اتنی ہی ڈرپوک ہو تو یہاں اس جنگل میں کر کیا رہی ہو۔ جا کر اپنے گھر بیٹھو آرام سے۔" وہ اس کے سر پر کھڑا اسے گھورتا ہوا بول رہا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے اسے کچا چبانے کا دل چاہ رہا ہو۔

"تین دن سے اس کی تاک میں تھا۔ آج کہیں جا کر یہ سنہری موقع ہاتھ آیا تھا۔ لیکن تم پتا نہیں ایک دم کہاں سے نازل ہو گئیں۔ نہ یوں فضول طریقے سے چیختیں نہ وہ چوکنا ہوتا۔ صرف تمہاری وجہ سے میرا نشانہ چوک گیا اور گولی اس کی ٹانگ پر لگ گئی۔" وہ بری طرح اس پر برس رہا تھا اور وہ سر جھکائے اشک برسانے میں مصروف تھی۔

"پتا نہیں وہ جھاڑیوں میں کہاں چھپ گیا ہے۔ زخمی شیر کو تو یوں چھوڑا بھی نہیں جا سکتا اور اب تو میرے بجائے وہ میری تاک میں ہو گا۔ آخر اسے اپنے زخمی کیے جانے کا انتقام بھی تو لینا ہے۔" وہ خود کلامی کرنے میں مصروف تھا۔ کچھ سوچتا ہوا اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا اور وہ رونا دھونا بھول کر لفظ "زخمی شیر" پر بری طرح دہل گئی تھی۔ اس کی خوف سے پھٹی ہوئی آنکھوں پر اس کی نظریں پڑیں تو بڑی طنزیہ مسکراہٹ چہرے پر سجاتا ہوا بولا۔

"تم بھی اپنی خیر مناؤ۔ ہو سکتا ہے میرے بجائے تم ہی اس کے ہاتھ چڑھ جاؤ۔ بڑا عیار اور چالاک ہے تین دن سے مجھے نچا کر رکھا ہوا ہے چلو اچھا ہے کچھ تمہیں بھی سزا ملے یوں بے موقع چیخنے چلانے کی۔" پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ آگے بڑھ گیا۔

"یہ تو شاید واپس جا رہا ہے۔ اوہ تو مجھے اسی سے ہیلپ مانگنی چاہیے۔ جیسا بھی سہی آخر ہے تو ایک انسان ہی۔ چاہے جلاد نما۔ کم از کم اس زخمی شیر سے تو یہی بہتر ہے۔ اگر یہ بھی چلا گیا تو میرا بنے گا کیا۔" اس سوچ کا ذہن میں آنا تھا کہ وہ جو اتنی دیر سے زمین پر مستقل ایک ہی اینگل سے بیٹھی ہوئی تھی بے اختیار اس کے پیچھے بھاگی۔ چیخ کر اسے آواز قصداً نہیں دی کہ وہ پہلے ہی اس کے چیخنے پر بہت چڑا ہوا تھا۔ وہ بڑی سست روی سے چل رہا تھا۔ اس لیے آئلہ نے دو چار سیکنڈ میں ہی اسے جا لیا اور پھولی ہوئی سانس کے ساتھ

مکمل ناول

اس سے مخاطب ہوئی۔
"دیکھیں میں یہاں راستہ بھٹک کر آ گئی ہوں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ میری مدد فرما دیں۔ پلیز۔" وہ جو اس کے بھاگ کر اپنے پیچھے آنے پر حیران تھا اس کی بات پر بڑی بے نیازی سے اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"دل تو مجھے خدمت خلق کا کچھ زیادہ شوق نہیں ہے۔ دوئم یہ کہ اگر ہوتا بھی تو تمہاری تو میں ہرگز بھی مدد نہ کرتا۔ لہٰذا میری طرف سے معذرت۔" اس پر ایک سخت' غصے سے بھرپور نگاہ ڈالتا وہ جیسے ہی آگے بڑھا آئلہ اس کے سامنے آ گئی اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔

"پلیز آپ میری مدد کریں۔ آپ کو انسانیت کا واسطہ۔ دیکھیں میں جان کر نہیں پہنچی تھی۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ میں یہاں اس خوفناک جنگل میں خوف اور دہشت ہی سے مر جاؤں گی۔" اس کے سامنے وہ ہاتھ جوڑے کھڑی تھی آنکھوں میں التجا لیے۔ وہ خاموشی سے دو چار منٹ اسے گھورتا رہا۔ پھر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"آؤ۔" تو وہ جو اتنی دیر سے امید و بیم کی کیفیت کا شکار تھی ایک دم پرسکون سی ہو کر اس کے پیچھے چل پڑی۔ جبکہ وہ اس بات سے قطعاً" بے نیاز نظر آ رہا تھا کہ وہ اس کے پیچھے آ بھی رہی ہے یا نہیں۔ آئلہ تقریباً" دوڑ رہی تھی تب بھی اس سے کافی پیچھے تھی۔ بھاگتے بھاگتے اس کی ٹانگیں شل ہو گئی تھیں۔ سانس بری طرح پھول گیا تھا۔ لیکن وہ مسلسل بھاگ رہی تھی یوں جیسے اسے خوف تھا کہ کہیں وہ اسے چھوڑ کر نہ چلا جائے۔ اسے شاید اس طرح دوڑتے بھاگتے آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا جب وہ ایک جیپ کے پاس جا کر رکا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے برابر والی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ آئلہ کے بیٹھتے ہی اس نے جیپ اسپیڈ میں دوڑانی شروع کر دی۔ اسے شاید ہر کام تیز رفتاری سے کرنا پسند تھا۔ تیز چلنا' تیز گاڑی چلانا اور تیز آواز میں بول کر سامنے والے کو دہلانا۔

اس کی طرف تو اس نے سرسری نظروں سے بھی نہ دیکھا تھا۔ جبکہ یہ چوری چوری کتنی ہی مرتبہ اس کی طرف دیکھ چکی تھی۔ بلیک جینز' بلیک ہی جیکٹ لانگ شوز' کندھے سے لٹکتی ہوئی رائفل' جیکٹ کی جیب میں ٹھونسا ہوا ریوالور اور جینز میں اڑسا ہوا خنجر۔ وہ' شاید کوئی پروفیشنل شکاری تھا۔ اس لیے اس کا جیپ چلانے کا انداز اور چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اس جگہ اور یہاں کے حالات سے مکمل آگاہی رکھتا ہے۔ آئلہ کے دل کو کچھ اطمینان ہوا۔

"شکر ہے میں درست بندے کے پاس خود بخود پہنچ گئی۔ ورنہ اگر یہ بھی میری طرح کوئی انجان آدمی ہوتا تو میں تو گئی تھی کام سے۔" وہ اس کا مکمل جائزہ لینے کے بعد سوچ رہی تھی۔ اسی وقت جیپ ایک جھٹکے سے رکی۔ اس سے کچھ بھی کہے بغیر وہ جیپ سے اتر گیا اور سامنے موجود خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ اس کی بد تمیزی پر کھول کر رہ گئی۔

"کتنا بے ہودہ اور بد تہذیب انسان ہے۔ اگر مدد کر ہی دی ہے تو کچھ انسانیت کا ثبوت بھی دے دو۔" وہ وہیں جیپ میں بیٹھی جل رہی تھی۔ جب یونہی بیٹھے بیٹھے دس پندرہ منٹ گزر گئے اور وہ دوبارہ باہر نہ نکلا تو مجبوراً" وہ جیپ سے اتری اور بن بلائے مہمان کی طرح اس کے خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گئی۔ اپنی اس بے شرمی پر اسے خود پر سخت تاؤ آ رہا تھا مگر حالات کا تقاضا یہی تھا کہ گدھے کو باپ بنا لیا جائے۔ اس لیے چہرے کے تاثرات بھی بڑے دوستانہ ہی رکھے۔ اس کا خیمہ کیا تھا پورا ایک لگژرز قسم کا بیڈ روم تھا۔ کم از کم اس نے اب تک کی زندگی میں جتنے بھی خیمے دیکھے تھے ان سب سے بالکل مختلف تھا۔ پورا خیمہ وال ٹو وال کارپیٹڈ تھا۔ میرون کلر کا دبیز اور آرام دہ قالین جس پر سبز اور سنہری پرنٹ تھا۔ سنگل فولڈنگ بیڈ جس پر ہلکے نیلے رنگ کی چادر بچھی ہوئی تھی۔ سائڈ میں تہ کیا ہوا مورا کا بلینکٹ۔ جس پر ٹائگر پرنٹ بنا ہوا تھا۔ بیڈ کے پاس ہی فولڈنگ چیئرز رکھی ہوئی تھی۔ ذرا آگے ایک میز رکھی ہوئی تھی۔ جس پر ٹائم پیس

ٹیپ ریکارڈر دو چار کتابیں اور سگریٹ کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی۔ بیڈ کے بالکل سامنے یعنی خیمے کی دوسری دیوار کے پاس قالین پر دو عدد فلور کشنز رکھے ہوئے تھے۔ ایک عدد ڈسٹ بن بھی تھا اور پھر سب سے آخر میں ایک میز کے اوپر چولہا رکھا ہوا تھا۔ اسی میز پر دو چار برتن اور کچھ کھانے پینے کا سامان بھی رکھا نظر آ رہا تھا۔

"یاالٰہی یہ کوئی نواب صاحب ہیں یا شکاری۔ اتنے شاہانہ انداز میں تو آج تک کسی کو شکار کرتے نہیں دیکھا۔ یہ تو ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ حضرت مستقل یہیں قیام و طعام فرماتے ہیں۔"

وہ اس کی آمد کا کوئی نوٹس لیے بغیر اپنے لیے چائے بنانے میں مصروف تھا۔ چائے بن گئی تو بڑے اطمینان سے کپ ہاتھ میں لیے آرام سے ٹانگیں پھیلا کر فلور کشن پر بیٹھ گیا اور چائے کے سپ لینے لگا۔ اپنی اتنی انسلٹ پر اسے سخت غصہ آ رہا تھا مگر کوئی اور جائے پناہ بھی نہیں تھی اس لیے مجبوراً" خود کو گھسیٹتی وہیں سمٹ سمٹا کر قالین پر بیٹھ گئی۔ وہ بڑی مشکلوں سے خود اپنے ہی آپ کو سمجھا بجھا رہی تھی اپنی انا کو اور اونچی ناک کو تھپک تھپک کر سلا رہی تھی۔

"ذرا سوچو اگر مجھے یہ نہ ملتا تو اس وقت میرا کیا حشر ہو رہا ہوتا۔ وہ زخمی شیر مجھے کب کا چیر پھاڑ چکا ہوتا۔ ان حالات میں اس کا ملنا بھی بہت غنیمت ہے۔" وہ اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی۔ جبکہ وہ بڑی خاموشی سے اسے خود سے جنگ کرتے دیکھ رہا تھا۔ پھر جب وہ چائے پی چکا تو کپ وہیں قالین پر ہی رکھ کر سر فلور کشن پر رکھ کر لیٹ گیا۔ آئلہ نے دو چار بار سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اس کی بند آنکھوں سے پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ کتنی دیر یونہی گزر گئی۔ جس وقت وہ اس کے ساتھ آئی تھی شام کے چار بج رہے تھے۔ جبکہ اب ساڑھے چھ ہو رہے تھے۔ صبح سے وہ جتنے پریشان کن حالات کا سامنا کر رہی تھی اب تھک ہار کر نڈھال سی ہو گئی تھی اور کچھ کچھ غنودگی بھی طاری ہو رہی تھی۔ وہ نیند بھگانے کی پوری پوری کوشش کر رہی تھی۔ مگر اس خیمے کا پرسکون اور آرام دہ ماحول اسے اس کی کوششوں میں کامیاب نہیں ہونے دے رہا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ایک کپ چائے کا بنا کر پی لے نیند بھاگ جائے گی۔ مگر ایسا کرنا اس کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اس لیے خود پر ضبط کرتی یونہی بیٹھی رہی۔ پھر پتا نہیں کب وہ بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی۔ گھٹنوں میں منہ دیے وہ گہری نیند سو رہی تھی جب کسی چیز کے گرنے کی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ ایک دم ہڑبڑا کر سر اوپر اٹھایا اور نیند سے بوجھل آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ چولہے کے پاس کھڑا نظر آیا۔ شاید اس کے ہاتھ سے کوئی برتن گرا تھا۔ آئلہ نے گھڑی کی طرف دیکھا تو وہ نو بجا رہی تھی۔

وہ جب سے آئی تھی اسی زاویے سے بیٹھی ہوئی تھی ٹانگیں بری طرح اکڑ گئی تھیں۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے برف ہو رہے تھے۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ اسے شدید قسم کا چکر آ رہا ہے۔ وہ جو ٹانگیں سیدھی کرنا چاہ رہی تھی شدید قسم کی کمزوری کے سبب ایسا بھی نہ کر سکی۔ اسے خیال آیا کہ اس نے آج دن بھر ایک قطرہ پانی تک نہیں پیا ہے اور یہ کہ اگر ابھی کچھ دیر اور اس نے کچھ کھایا پیا نہیں تو وہ کمزوری سے بے ہوش ہو جائے گی۔ اتنی سخت بھاگ دوڑ اس نے اپنی تمام زندگی کب کی تھی وہ بھی بھوکے پیاسے لہٰذا اس کا نڈھال ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ وہ ادھر سے ٹن پیک ڈبا کھول رہا تھا۔ پھر اس میں سے اس نے شاید خشک مچھلی کے ٹکڑے نکالے اور فرائنگ پین میں ڈال کر انہیں فرائی کرنے لگا۔ بھوکے پیٹ کو کھانے کی خوشبو پاگل کرنے لگی اور وہ ندیدوں کی طرح اس کی طرف دیکھتی رہی۔

وہ تو یوں لگ رہا تھا جیسے اس وقت یہاں بالکل اکیلا ہے۔ اسے اس کے وجود سے کوئی سروکار نہ تھا۔ شاید اپنے خیال میں وہ اسے اپنے ساتھ لا کر کافی سے زیادہ احسان کر چکا تھا لہٰذا مزید کسی مروت اور مہمان داری کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے اس کی طرف ایک

دوستانہ سی مسکراہٹ بھی اس نے نہیں پھینکی اور اپنے کام میں مصروف رہا۔ مچھلی فرائی ہو گئی تو اس نے ڈبل روٹی کے ایک سلائس پر مچھلی اور دوسرے پر چیز کا سلائس رکھ کر تین عدد سینڈوچز تیار کیے۔ انہیں بڑے پیار سے پلیٹ میں رکھا اور اپنے لیے کپ میں کافی گھولنے لگا۔ کافی بھی تیار ہو گئی تو وہ دونوں چیزیں ہاتھ میں اٹھائے وہیں اس کے سامنے فلور کشن پر آکر بیٹھ گیا اور بولا۔

"تم کھاؤ گی۔" اس کا تو یہ حال تھا کہ اس سے چھین کر کھا جاتی۔ خالی پیٹ ساری انا وتا بھی بھول گئی تھی۔ آج اس نے جانا تھا کہ بھوک کتنی بری بلا ہے۔ شاید اسی لیے اس پیٹ کی خاطر انسان کوئی بھی کام کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ بمشکل اپنے لڑکھڑاتے اور چکراتے وجود کو سنبھال کر فوراً آگے بڑھی اور اس کی آفر کے جواب میں بغیر کسی تکلف کے ایک سینڈوچ اٹھا لیا اور جلدی سے کھانا یوں شروع کر دیا جیسے اس کے چھن جانے کا خطرہ تھا۔ وہ اپنا کھانا بھول کر بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو ایتھوپیا کے قحط زدگان میں سے کوئی لگ رہی تھی۔ دو تین نوالوں میں اس نے سینڈوچ ختم کر لیا۔ مگر ایک سینڈوچ سے تو ابھی آدھا پیٹ بھی نہیں بھرا تھا۔ اس نے پلیٹ اس کے آگے کر دی تو اس نے فوراً ہی دوسرا سینڈوچ اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔ اس وقت اسے سوائے بھوک کے اور کوئی بات یاد نہ تھی۔ وہ بے چارہ جو اپنے سینڈوچ کا ایک نوالہ لے چکا تھا وہ بھی اس کے آگے رکھی پلیٹ میں رکھ دیا اور اٹھ کر اپنے بیگ میں سے بسکٹوں کا ایک پیکٹ بھی نکال لایا۔ جب تک اس نے پیکٹ کھولا وہ بڑے اطمینان سے تینوں سینڈوچز کھا چکی تھی۔ اس نے بسکٹ اس کے آگے رکھے تو وہ ایک دم کچھ شرمندہ سی ہو گئی پیٹ میں اناج گیا تو ساری شرم وغیرہ بھی یاد آگئی اور اپنی بے اختیاری اور ندیدے پن پر سخت افسوس بھی ہونے لگا۔ بسکٹوں کی طرف ہاتھ بڑھائے بغیر وہ یونہی چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ تو وہ بولا۔

"اگر کافی پینی ہے تو اٹھ کر خود ہی اپنے لیے بنا لو۔ مجھ سے یہ امید مت رکھنا کہ میں تمہاری مہمان داری کروں گا۔" لہجہ اچھا خاصا روڈ اور بے مروت قسم کا تھا مگر وہ اس کے لہجے پر ناراض ہونے کے بجائے اس بات پر حیران رہ گئی کہ وہ اس سے اردو میں بات کر رہا تھا۔

"آپ پاکستانی ہیں؟" وہ کچھ جوش اور خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی تو وہ اپنے مخصوص اکھڑ انداز میں بولا۔

"کیوں میں تمہیں جاپانی نظر آتا ہوں۔ فضول اور احمقانہ سوالات سے سخت چڑ ہوتی ہے مجھے۔" وہ بسکٹ کھاتا ہوا بڑی بدتمیزی سے بولا تو وہ کھول کر رہ گئی۔

"اس جنگلی کو تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے۔ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ خواتین کا احترام بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

وہ سوچتی رہی جبکہ وہ کافی پیتا ہوا اس سے دوبارہ لاتعلق ہو چکا تھا۔ اس نے تو اس سے یہ تک نہ پوچھا تھا کہ وہ کون ہے اور اتنے خوفناک جنگل میں اکیلی کیا کر رہی تھی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں۔ وہ اگر ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ پھر وہ اٹھا کافی کا کپ اور پلیٹ اٹھا کر وہیں چولہے کے پاس جا کر رکھ دی اور خود خیمے سے باہر چلا گیا۔ کافی دیر گزر گئی اور وہ واپس نہ آیا تو آئلہ کو گھبراہٹ ہونی شروع ہو گئی۔ وہ بے اختیار خیمے سے باہر نکل آئی۔ اردگرد پھیلا سناٹا اور اندھیرا اس کے خوف کو دوچند کر گیا۔ سوائے دور دراز سے آتی عجیب و غریب آوازوں کے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔ عجیب و غریب آوازیں شاید جانوروں کی تھیں یا پتا نہیں کس چیز کی۔ وہ خوف و دہشت سے سن سی کھڑی تھی۔ چاروں طرف پھیلی تاریکی اور گھنا جنگل جس میں اس وقت وہ بالکل اکیلی تھی اس نے خوف زدہ ہو کر رونا شروع کر دیا۔ اچانک اسے اپنے قریب قدموں کی چاپ سنائی دی تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"کیا مصیبت ہے۔ تمہیں چیخنے چلانے کے سوا کچھ اور آتا ہے یا نہیں۔ عجیب اجڈ قسم کی لڑکی ہو۔" وہ اسے بری طرح ڈانٹتا چلا آ خیمے میں گھس گیا تو وہ بھی آنسو پونچھتی اس کے پیچھے چلی آئی۔ اس کی تمام تر بدتمیزی کے باوجود اس کے ہونے سے ایک عجیب سے تحفظ کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک دم سارا ڈر خوف زائل ہو گیا تھا۔ اس نے اندر آکر ٹیبل پر رکھی ایمرجنسی لائٹ آف کی اور کمبل تان کر بیڈ پر لیٹ گیا۔ وہ کچھ دیر تو کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر وہیں قالین پر دونوں فلور کشنز کو آپس میں ملا کر ان کے اوپر لیٹ گئی اور دوپٹہ پورا کھول کر اپنے اوپر ڈال لیا۔ "بھلا ہو اس فیشن کا" اس نے خود سے کہا۔ "ورنہ اتنی ٹھنڈ میں میں ٹھٹھر کر ہی مر جاتی۔" لیٹے ہوئے دو چار منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ وہ آس پاس سے آتی جانوروں کی آوازوں سے کچھ خوفزدہ سی ہو گئی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ تمام جنگلی جانور اور درندے مل کر کورس میں رو رہے ہیں۔ ماحول اتنا ہیبت ناک تھا کہ وہ کانپ کر رہ گئی۔ گھپ اندھیرا اور ویران جنگل اس کے ذہن میں عجیب عجیب وسوسے آنے لگے۔

"سنیں آپ سو گئے ہیں کیا؟" اپنے خوف کو زائل کرنے کے لیے وہ بے اختیار اسے پکار بیٹھی اور وہ جو کروٹ دوسری طرف کیے نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا بری طرح جھنجھلا گیا۔

"آپ سونے دیں گی تو سوؤں گا۔ فرمایئے اب کیا تکلیف ہے۔" منہ بدستور دوسری طرف کیے وہ خاصا جل کر بولا تھا۔ وہ اس کا لہجہ نظر انداز کر کے اپنی پریشانی بیان کرنے لگی۔

"ہم لوگ یہاں محفوظ تو ہیں ناں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ ہم بے خبر سو رہے ہوں اور کوئی جانور اندر گھس آئے یا پھر کوئی سانپ' بچھو ہی اندر آجائے۔" جواب میں وہ بڑی استہزائیہ مسکراہٹ چہرے پر لاتا ہوا اس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"جانور وغیرہ اندر کیوں آئیں گے۔ انہیں کیا اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔ آخر کو ملکہ عالیہ یہاں خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہیں اور وہ یہاں آکر ان کے آرام میں خلل ڈال دیں۔ میڈم آپ کے اس عالی شان محل کو جو چاروں طرف سے مسلح فوجی دستوں کی نگرانی میں ہے کسی بھی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لہٰذا آپ آرام فرمایئے۔" اس کے اتنے طنزیہ انداز پر وہ بری طرح تپ گئی۔ جبکہ وہ اپنا منہ دوبارہ دوسری طرف کر چکا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے جتنی بھی سورتیں یاد تھیں سب کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ تمام سورتیں پڑھ کر خود پر اچھی طرح دم کیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔ اس وقت اس کا دھیان لیلیٰ اور دانش کی طرف چلا گیا۔ تمام دن اپنی الجھن اور پریشانی میں مبتلا رہی تھی اس کے باوجود ان لوگوں کا خیال بھی اسے برابر پریشان کرتا رہا تھا۔ پتا نہیں ان کا کیا بنا ہو گا۔ "یا اللہ ان دونوں کی حفاظت فرما۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں خیریت سے ہوں۔" وہ دل ہی دل میں ان دونوں کے لیے دعائیں کرنے لگی۔ کتنے خوش باش ہم لوگ گھر سے چلے تھے۔ کیا پتا تھا کہ ہماری یہ تفریح کتنے سنگین نتائج کی حامل ہو گی۔ وہ کل رات کے تمام خوشگوار مناظر یاد کر کے نئے سرے سے خوفزدہ ہو گئی۔

لیلیٰ اس کی چچا زاد بہن اور بہترین دوست تھی۔ جس کی پر زور دعوت پر وہ ان دنوں کینیا آئی ہوئی تھی۔ چچا میاں شروع سے ہی نیروبی میں مقیم تھے۔ لیلیٰ ان کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ بیٹی بھی کیا تھی چچا میاں کے بقول لیلیٰ تو میرا بیٹا ہے۔ وہ تھی بھی ٹام بوائے ٹائپ۔ مست ملنگ اور اپنے آپ سے لاپرواہ سی۔ بہت ذہین بہت پڑھاکو اور ساتھ ہی ساتھ ایڈونچر ز کی از حد شوقین۔ اس کے نزدیک ایسی زندگی کوئی زندگی ہی نہیں جس میں ایڈونچر نہ ہو کوئی تھرل اور تیز رفتاری نہ ہو۔ اپنی افتاد طبع کے باعث وہ گھوڑے سے لے کر جہاز تک سب کچھ چلا لیتی تھی۔ صرف ایک چچی جان کے علاوہ اس کی ان حرکتوں سے ہر کوئی خوش رہتا تھا۔ چچی جان اس کے مردمار انداز اور بے تکی حرکتوں سے ہر وقت شاکی رہتی تھیں۔ بلکہ اٹھتے بیٹھتے اسے آئلہ کی مثالیں دیا کرتی تھیں۔

"ارے لڑکیوں کو لڑکیوں والے کام کرنے چاہئیں۔ یہ آئلہ کو دیکھو کوکنگ کتنی اچھی کرتی ہے۔ بولتی کتنا آہستہ ہے۔ تمہاری طرح کانوں میں صور اسرائیل نہیں پھونکتی اور دیکھو ذرا اس کے انداز میں کتنا دھیما پن اور شائستگی ہے۔" مگر وہ لیلیٰ ہی کیا جس پر ہر کوئی بات اثر کر جائے۔ چچی جان کی تمام ڈانٹ پھٹکار وہ ایک کان سے سنتی اور دوسرے سے نکال دیتی۔ دونوں کی شخصیتوں میں موجود اتنے واضح تضاد کے باوجود وہ دونوں آپس میں بہت گہری دوستیں تھیں۔ ہر سال چھٹیوں میں وہ لوگ پاکستان آتے تو وہ دونوں سال بھر کی جمع شدہ تمام باتیں ایک دوسرے سے کرنے بیٹھ جاتیں۔ سارے خاندان میں ان کی دوستی کو حیرت سے دیکھا جاتا تھا۔ کہاں لیلیٰ جینز کے اوپر ڈھیلی ڈھالی ٹی شرٹ یا کرتا پہن کر اوپر سے اسکارف گلے میں ڈالنے والی۔ منچلی اور منہ پھٹ قسم کی لڑکی اور کہاں آئلہ شلوار قمیص کے اوپر لمبا دو گز کا دوپٹہ خوب پھیلا کر اوڑھنے والی' خاموش طبع اور سنجیدہ سی لڑکی۔ سب کی حیرت سے قطع نظر وہ بچپن سے لے کر آج تک بیسٹ فرینڈ تھیں۔

پچھلے سال جب لیلیٰ چھٹیوں میں کراچی رہ کر گئی تو جاتے وقت کہہ گئی کہ اب اگلے سال تم کینیا آؤ گی۔ یہ کوئی انصاف نہیں ہے کہ ہمیشہ میں ہی آؤں۔ اب جبکہ وہ پڑھائی سے بھی فارغ ہو گئی تھی۔ لیلیٰ ہر دوسرے روز فون کھڑکاتی اور اسے آنے کے لیے اکساتی۔ وہ تو خیر جانے کے لیے بہت بری طرح بے چین تھی۔ مگر اصل مسئلہ تو اجازت ملنے کا تھا۔ ابو تو خیر مان بھی جاتے مگر اصل مسئلہ امی اور بھابھی کو منانے کا تھا۔ جن کے خیال سے اس کے جانے سے گھر سونا ہو جائے گا۔

"ہمارے گھر میں افراد ہی کتنے ہیں اگر تم بھی چلی گئیں تو مجھے اور امی کو تو گھر کاٹنے کو دوڑے گا۔" بھابھی شاہی فرمان جاری فرماتیں جس کی امی مکمل تائید فرماتیں اور وہ جل کلس کر رہ جاتی۔ مقدمہ ابو اور بھیا کی عدالت میں جانے سے پہلے ہی خارج کر دیا جاتا۔ اس نے لیلیٰ کے مسلسل اصرار سے تنگ آ کر اسے تمام صورت حال بتائی اور کہا کہ وہ اگر اس کا کوئی حل نکال سکتی ہے تو نکالے ورنہ چپ چاپ بیٹھ جائے۔ دل تو خود اس کا بھی بہت چاہ رہا تھا جانے کو۔ مگر کیا کرتی۔

"میرے اکلوتے چچا اور میں نے آج تک ان کا گھر بھی نہیں دیکھا۔" وہ خود اپنے آپ سے افسوس کرتی۔ لیلیٰ بھی اپنے وقت کی ایک ہی تھی۔ پتا نہیں اس نے کس طرح اور کن الفاظ میں چچا میاں کو تمام داستان سنائی کہ انہوں نے کراچی فون کھڑکا دیا اور امی اور ابو سے بات کر کے کہا انہیں آئلہ بہت یاد آ رہی ہے۔ لہٰذا اسے ان کے پاس نیروبی بھیج دیا جائے۔ ٹکٹ اس کا وہ پہلے ہی روانہ کر چکے ہیں۔ جو شاید کل تک وہ لوگ وصول کر لیں گے۔ چچی میاں کی خواہش کے آگے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ جواب تک اپنے وہاں جانے پر فاتحہ بھی پڑھ چکی تھی یک دم خوش ہو اٹھی۔

نیروبی پہنچنے پر چچی امی' چچی جان اور سب سے بڑھ کر لیلیٰ نے اس کا والہانہ استقبال کیا۔ لیلیٰ نے ایک اچھے میزبان ہونے کا حق پوری طرح ادا کیا تھا اور ایک ماہ کے دوران اسے بھرپور کمپنی فراہم کی تھی۔ ان کی ہر آؤٹنگ پر دانش بھی ضرور موجود ہوتا تھا۔ لیلیٰ کا تو لگتا تھا کھانا بھی دانش کے بغیر ہضم نہیں ہوتا تھا۔

"دانی ہم لوگ فلاں پارک جا رہے ہیں تم بھی آجاؤ۔"

"دانی ہم چائنیز جا رہے ہیں تم بھی ہمیں جوائن کر لو۔" اور دانش حکم کا غلام اپنے مریضوں کو چھوڑ چھاڑ "فوراً" حاضر ہو جاتا تھا۔ لیلیٰ کا دانش کے ساتھ پچھلے سال نکاح ہو گیا تھا۔ رخصتی یوں نہیں ہوئی تھی کہ دونوں فریق ابھی اس کے لیے آمادہ نہیں تھے۔ لیلیٰ صاحبہ اپنا M.S کرنے میں مصروف تھیں اور دانش اپنا ذاتی ہاسپٹل اسٹیبلش کر رہا تھا۔ چچا کی طرح دانش کی فیملی بھی شروع ہی سے یہیں سیٹل تھی۔ دانش بھی لیلیٰ کی طرح یہیں پیدا ہوا تھا اور پلا بڑھا

تھا۔ دونوں بچپن کے دوست تھے اور دونوں میں بلا کی انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ کبھی کبھار تو ان دونوں کی اتنی زیادہ ذہنی ہم آہنگی آئلہ کو حیران کر دیتی تھی۔ زندگی کے ہر معاملے میں دونوں کی پسند ناپسند سب کچھ ایک جیسا تھا۔ دونوں کو ایک سا موسم' ایک ہی رنگ' ایک جیسا میوزک' ایک ہی جیسا لباس' ایک جیسی کتابیں' ایک جیسی فلمیں اور ایک جیسا کھانا پسند تھا۔ شروع شروع میں آئلہ کو ان دونوں کے ساتھ باہر گھومنا پھرنا عجیب سا لگا۔ اسے لگتا کہ وہ ان دونوں کے بیچ خوامخواہ کباب میں ہڈی بننے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی لیے اس کی وجہ سے وہ دونوں بے چارے کبھی کسی کتاب پر کبھی کسی فلم پر یا کسی اور جنرل ٹوپک پر ڈسکشن کرتے رہتے ہیں۔ مگر جلد ہی اس کی یہ غلط فہمی بھی دور ہو گئی۔ ان دونوں کے درمیان عام جوڑوں کی طرح رومینٹک جملوں کا تبادلہ نہیں ہوتا تھا۔ نہ دانش کوئی رومانی جملے بولتا اور نہ وہ شرم سے سرخ پڑتی۔ اتنا نرالا کپل آئلہ نے اپنی زندگی میں پہلا دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو بے حد چاہتے ہیں کہ آخر وہ لیلیٰ کی بچپن کی سہیلی تھی۔ مگر شاید ان دونوں کی محبت کا انداز دوسرے لوگوں سے مختلف تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ مگر اس طرح جیسے یہ کوئی معمول کی بات ہے۔

لیلیٰ ایم ایس میں Environmental Studies کر رہی تھی۔ ان دونوں وہ اپنے تھیسس میں مصروف تھی۔ اپنی مصروفیت کے باوجود وہ آئلہ کو ٹائم دینا نہ بھولتی تھی۔ اس کے تھیسس کا موضوع تھا "جنگلی حیات کا تحفظ" اپنی بے چین طبیعت کے عین مطابق اس نے ایک نیا شوشا چھوڑ کر چچی جان کے غصے کو ساتویں آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ وہ اس کے اوپر خوب چیخی چلائی تھیں۔ اسے اور اس کے خبطی پروفیسروں کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ آئلہ کو بھی نصیحت کی تھی۔

"بیٹا تم بھی اس سے ذرا دور ہی رہا کرو۔ کہیں تمہارے اوپر اس کا سایا نہ پڑ جائے۔" جبکہ لیلیٰ اپنے ارادوں میں اٹل تھی۔ دونوں ماں بیٹی میں زبردست ٹھنی ہوئی تھی اور آئلہ بے چاری پریشان کہ کس کی حمایت کرے کس کی مخالفت جبکہ دونوں فریق اسے اپنا حلیف سمجھتے ہوئے اپنے اپنے دل کا بوجھ اسی کے سامنے ہلکا کرتے۔ چچا میاں خاموش تماشائی کہ بیٹی کی ذرا سی حمایت کرنے پہ چچی جان نے ان کو خوب کھری کھری سنائی تھیں۔

"آپ تو رہنے ہی دیں۔ آپ ہی کی شہ پر یہ اتنی الٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہے۔ کل کو اسے اپنا گھر بسانا ہے۔ آخر یہ کرے گی کیا۔ اس کی ساس اس بات پر اسے میڈل نہیں دیں گی کہ میری بہو گھوڑا بہت عمدہ دوڑاتی ہے یا میری بہو دونوں ہاتھ چھوڑ کر سائکلنگ بہت اچھی کرتی ہے۔ شریف گھروں کی بہو بیٹیوں کے یہ لچھن نہیں ہوتے۔ مگر یہاں میری سنتا ہی کون ہے۔"

اور چچا میاں بے چارے اس دن سے بیٹی کی حمایت میں ایک لفظ نہ بولے تھے۔ جب منت سماجت' پیار محبت یہاں تک کہ دھمکیاں بھی ہر حربہ ناکام ہو گیا تو آخر میں لیلیٰ بھوک ہڑتال کر کے کمرے میں بند ہو گئی۔ پہلے دن تو چچی جان نے کچھ خاص پروا نہ کی۔ مگر دوسرے روز وہ فکر مند ہوئیں۔ مگر لیلیٰ بھی اپنی ضد کی پکی اس وقت تک کمرے سے باہر نہ نکلی جب تک چچی جان نے اسے اجازت نہ دے دی۔ اجازت ملنے کی دیر تھی وہ خوشی خوشی کمرے سے نکل کر چچی جان کے گلے میں بانہیں ڈال کر ان کا شکریہ ادا کرنے لگی۔ جبکہ چچی جان بیٹی کے ہاتھوں اپنی شکست پر کچھ منہ پھیلائے بیٹھی رہیں۔ پھر اس تمام قصے میں لیلیٰ نے ایک نیا جھگڑا نکالا۔

"آئلہ بھی میرے ساتھ چلے گی۔" چچی جان جو اسے ہی بمشکل اجازت دے کر ابھی تک خوش نہ تھیں یہ بات سن کر خوب ناراض ہوئیں۔

"او فو ممی پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی ناراضگی بالکل فضول ہے۔ میں کوئی تفریح کرنے نہیں جا رہی ہوں اپنا ریسرچ ورک کرنے جا رہی ہوں۔ جنگلی

حیات کا تحفظ میرا موضوع ہے اور میں گھر بیٹھے بیٹھے خالی کتابیں پڑھ کر اور دوسروں کی سنی سنائی لکھ کر اپنا تھیسس کمپلیٹ نہیں کر سکتی۔ مجھے اس کے لیے براہِ راست ریسرچ ورک کرنا ہے اور ریسرچ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ میں کسی جنگل کا قریب سے مشاہدہ کروں۔ دیکھوں کہ کس طرح ہم انسانوں کی لاپرواہی کے نتیجے میں جنگل تباہ ہو رہے ہیں اور جنگلی حیات آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ یہ ایک بہت ہی حساس اور سنجیدہ موضوع ہے اور میرے پروجیکٹ ایڈوائزر کا خیال ہے کہ اتنے اہم اور سیریس سبجیکٹ پر مجھ سے بہتر کوئی ریسرچ نہیں کر سکتا۔ ذرا سوچیں میری کی ہوئی ریسرچ اور میری تیار کردہ رپورٹ کی پوری دنیا میں دھوم مچ جائے گی۔ آپ کو تو فخر کرنا چاہیے کہ خدا نے آپ کو اتنی ذہین اور ٹیلنٹڈ بیٹی سے نوازا ہے اور ایک آپ ہیں ہر وقت مجھ سے بدگمان اور ناراض رہتی ہیں اور جہاں تک آئلہ کے ساتھ جانے کا تعلق ہے تو ایسا میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ میں تو دو دن تک وہاں اپنا ریسرچ ورک کرتی رہوں گی۔ اس کی بھی اس بہانے کچھ تفریح ہو جائے گی۔ یہ اور دانش گھوم پھر لیں گے۔ افریقہ کے جنگلات کی تو پوری دنیا میں شہرت ہے۔ کیا حرج ہے اگر یہ بھی ساتھ چلی جائے اور اپنی آنکھوں سے ان تمام جگہوں کو دیکھ لے۔" لیلیٰ کے تفصیلی خطاب سے وہ متاثر ہوئی تھیں یا نہیں مگر انہیں اجازت بہرحال دینی پڑی تھی کہ لیلی کے ساتھ ساتھ دانش بھی انہیں قائل کرنے چلا آیا تھا اور ان کے تمام خدشات کو بے بنیاد قرار دیتا ہوا اس بات پر مصر رہا تھا کہ انہیں لیلیٰ کو بغیر کسی فکر اور پریشانی کے جانے کی اجازت دے دینی چاہیے۔ کیونکہ وہ وہاں اکیلی نہیں ہوگی۔ وہ خود بھی ساتھ ہوگا اور یہ کہ وہ کسی خوفناک قسم کے جنگل کا دورہ کرنے نہیں جا رہے۔ بلکہ جہاں وہ جا رہے ہیں وہاں خرگوشوں، جنگلی بلیوں، چوہوں، بٹیروں اور پرندوں کے علاوہ زیادہ سے زیادہ ہرن ہی ہوں گے اور یہ کہ وہاں ان لوگوں کو ہر ہر قسم کی گائیڈینس فراہم کرنے کے لیے دانش کا دوست جو کہ وہیں فورسٹ آفیسر ہے بھی موجود ہوگا اور اسی کے ریسٹ ہاؤس میں وہ لوگ ٹھہریں گے۔ چچی جان اپنے اکلوتے داماد کو کیسے ناراض کر سکتی تھیں لہٰذا چہرے پر سے ناراضگی کے تمام آثار مٹا کر انہوں نے آئلہ اور لیلیٰ کو بخوشی دانش کے ساتھ روانہ کر دیا۔ وہ تو خود پہلے ہی سے لیلیٰ کے ساتھ جانا چاہ رہی تھی۔ مگر چچی جان کے خوف کے باعث اپنے شوق کا اظہار نہیں کر سکی تھی۔ اجازت ملنے کی دیر تھی اس نے بیگ میں دو عدد جوڑے ایک سویٹر اور شال رکھ کر خوشی خوشی اپنا سامان پیک کیا۔ سرِ شام ہی وہ لوگ گھر سے روانہ ہو گئے تھے۔

دانش اور لیلی اگلی نشستوں پر بیٹھے تھے جبکہ وہ پیچھے بیٹھی ان لوگوں کے ساتھ گفتگو میں شریک تھی۔ لیلیٰ سارا وقت ان لوگوں کو برا بھلا کہتی رہی تھی جو جنگلوں کو اجاڑ کر قدرت کے نظام میں خلل ڈالنے کی بے ہودہ کوشش کر رہے ہیں۔ اس کا بس چلتا تو وہ تمام شکاریوں اور تمام لکڑیوں کے سوداگروں کو سرِ عام پھانسی دلوا دیتی۔

"سوچو ذرا صرف اپنے شوق کی خاطر یا چند روپوں کے لالچ میں ہم اپنی آنے والی نسلوں کے ساتھ کتنی بڑی ناانصافی کر رہے ہیں۔ جنگل نہیں رہیں گے تو آلودگی کا کیا حال ہوگا ایک عام آدمی تو اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور جنگل بنے کس چیز سے ہیں۔ ظاہر ہے درخت، پہاڑ، اور جانور مل کر ہی جنگل بناتے ہیں۔ ہم شاید اپنے بچوں کو یہ بتایا کریں گے کہ بیٹا ہمارے زمانے میں ایک جانور ہوتا تھا جسے پانڈا کہتے تھے۔ یا ایک جانور ہوتا تھا جو چیتا کہلاتا تھا۔ بالکل اس طرح جس طرح آج ہم لوگ ڈائنو سارز کے بارے میں سنتے اور پڑھتے ہیں۔" اسے آج کل جنگلوں اور جنگلی جانوروں کے علاوہ کسی ٹاپک پر بات کرنا اچھا نہیں لگتا تھا اور دانش اس کے من پسند موضوع پر پتا نہیں اس کا دل رکھنے کے لیے یا حقیقتاً "بڑی دلچسپی" ظاہر کر رہا تھا۔ پوری رات وہ لوگ سفر کرتے رہے تھے۔ کبھی دانش ڈرائیو کرتا کبھی لیلیٰ۔ وہ بھی تھوڑی دیر

کے لیے سو کر اپنی نیند پوری کر چکی تھی اور اب تازہ دم ہو کر ان دونوں کے ساتھ شریکِ گفتگو ہو گئی تھی۔ لیلی کی کسی بات پر بے ساختہ قہقہہ لگاتے ہوئے اچانک اسے لگا جیسے گاڑی پوری طاقت کے ساتھ کسی چیز سے ٹکرائی ہے۔ لیلیٰ اور اس کے منہ سے بے اختیار بلند و بالا چیخ نکلی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ لوگ سنبھلتے گاڑی نے دو چار قلابازیاں کھائی تھیں۔ ذہن بالکل ماؤف ہو گیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ گاڑی کے قلابازی کھانے کے نتیجے میں اس کی طرف کا دروازہ ایک دم کھل گیا تھا اور گاڑی نے جب اگلی قلابازی کھائی تو وہ کسی فٹ بال کی طرح اچھل کر گاڑی سے زمین پر جا گری۔ جبکہ گاڑی مسلسل لڑھکتی چلی جا رہی تھی۔ بے ہوش ہونے سے پہلے جو آخری منظر اس نے دیکھا تھا وہ یہ تھا کہ گاڑی کسی کھلونے کی طرح لڑھکتی ہوئی سامنے موجود گہری کھائی میں گر گئی تھی۔ اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ اس کا ذہن مکمل تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔

اسے ہوش آیا تو کتنی ہی دیر وہ یونہی پتھریلی زمین پر پڑی رہی۔ اس کے سر کے عین اوپر سورج اپنی شعاعیں بکھیر رہا تھا۔ وہ دس پندرہ منٹ یونہی پڑی رہی۔ پھر اچانک اسے یاد آیا کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا گزری تھی۔ وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پتا نہیں کس کی دعائیں لگی تھیں یا کوئی معجزہ رونما ہوا تھا کہ اتنی بری طرح گاڑی میں سے اچھل کر گرنے کے باوجود اسے کوئی بہت شدید قسم کی چوٹیں نہیں آئی تھیں۔ صرف کہنیاں تھوڑی سی چھل گئی تھیں جن سے ابھی بھی خون رس رہا تھا اور گھٹنے معمولی زخمی ہوئے تھے۔ وہ اپنی ان چوٹوں کو نظر انداز کرتی بھاگتی ہوئی اس کھائی کی طرف آئی جہاں اس نے گاڑی کو گرتے دیکھا تھا۔ نیچے جھک کر دیکھتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ کھائی تو اس کے تصور سے بھی کہیں زیادہ گہری تھی۔ اچھی طرح نظریں دوڑانے کے باوجود اسے نہ تو گاڑی ہی کے کوئی آثار نظر آئے نہ ان دونوں کا کوئی سراغ ملا۔ اسے بڑی فکرمندی کے ساتھ ان لوگوں کے بارے میں سوچتے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ اچانک اسے خیال آیا کہ وہ خود اس وقت کہاں موجود ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ یہاں سے واپسی کا راستہ کیسے ملے گا۔ ان تمام سوالات کا ذہن میں آنا تھا وہ ان لوگوں کو بھول بھال اپنی فکر میں لگ گئی۔ ایک مہینے میں تو وہ نیروبی سے درست طور پر آگاہ نہ ہو پائی تھی۔ تو یہاں اس انجان جگہ خود کو پا کر اس کا فکرمند ہو جانا لازمی تھا۔ وہ کسی بھی طرح شہری آبادی کے آس پاس پہنچ جانا چاہتی تھی۔ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ اس وقت تمام رات سفر کرنے کے بعد کس شہر یا قصبے کے پاس سے گزر رہے تھے۔

یونہی انکل سے وہ چلتی رہی۔ چلتے چلتے اس کے پاؤں شل ہو گئے کوئی راستہ سجھائی نہ دیا۔ یہاں تک کہ شام کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ بری طرح بے بس سی ہو کر وہیں زمین پر بیٹھ کر رونے لگی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ یونہی تمام زندگی اس جنگل میں بھٹکتی رہے گی اور اسے واپسی کا راستہ نہیں ملے گا۔ شاید اب میں کبھی اپنے گھر والوں سے نہ مل پاؤں۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس ویران اور ہو حق جنگل میں جہاں آدم تھا نہ آدم زاد اسے یہ سوچ کر ہی وحشت ہو رہی تھی کہ وہ یہاں رات گزارے گی۔ رات جو ویسے ہی اپنے ساتھ کتنے سارے خوف لے کر آتی ہے اور وہ تو تھی بھی بڑی عام سی اور ڈرپوک قسم کی لڑکی۔ جو لال بیگ سے لے کر کتے بلی تک ہر جانور سے ڈرتی تھی۔ وہ تو اکیلے کمرے میں سونے سے ڈرتی تھی۔ کہاں اتنا گھنا، ڈراؤنا جنگل جس میں وہ اس وقت بالکل تنہا تھی۔ عین اسی وقت اس نے ایک فائر کی آواز سنی تھی اور وہ بری طرح خوفزدہ ہو کر چیخ پڑی تھی اور پھر اسے وہ مل گیا تھا جو کم از کم ایک انسان تو تھا۔ وہ اپنی خوش قسمتی پر خدا کا شکر ادا کر رہی تھی۔ جس نے اس ویرانے میں اسے ایک جیتے جاگتے انسان سے ملوا دیا۔

تمام رات اس نے عجیب سوتی جاگتی کیفیت میں گزاری۔ کبھی اس کی آنکھ لگ جاتی اور کبھی اچانک خوفزدہ ہو کر وہ اٹھ بیٹھتی۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا

جب اس کی آنکھ جیپ اسٹارٹ ہونے کی آواز سے کھل گئی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر چاروں جانب دیکھا وہ وہاں کہیں نہ تھا۔ چہار سو پھیلا اندھیرا اس بات کی نشان دہی کر رہا تھا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ وہ ایک دم کچھ بدحواس سی ہو کر بغیر دوپٹہ اوڑھے ننگے پاؤں خیمے سے باہر نکل آئی۔ سناٹے کو چیرتی ہوئی جیپ کی آواز لحہ بہ لحہ اس سے دور ہو رہی تھی۔ وہ پوری رفتار سے جیپ کے پیچھے بھاگی۔

"سنیں پلیز رک جائیں۔ میری بات سن لیں پلیز۔" وہ چیخ کر اسے آواز دینے لگی۔ اس وقت جب پورا جنگل سویا ہوا تھا' کہیں کوئی آواز کوئی آہٹ نہ تھی اس کی آواز کی بازگشت دور دور تک پھیل گئی۔ اس نے جیپ روک دی تھی۔ مگر ریورس کر کے واپس اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ وہ خود ہی بھاگتی دوڑتی جیپ تک پہنچی۔

"آپ اتنی رات کو مجھے اکیلا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ کے پاس کھڑی اس سے مخاطب تھی۔ جو اسٹیرنگ پر دونوں ہاتھ مضبوطی سے جمائے بڑا بے زار سا بیٹھا تھا۔

"محترمہ صبح کے چار بجنے والے ہیں۔ رات کب کی ختم ہو چکی ہے اور جہاں تک آپ کو اکیلا چھوڑ کر جانے کا سوال ہے تو میرا نہیں خیال کہ میں نے آپ سے ایسا کوئی وعدہ کیا تھا کہ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ اتنی بزدل اور کم ہمت تھیں تو اس جنگل بیابان میں کرنے کیا آئی تھیں۔" وہ اس پر بڑی ملامتی نظریں ڈالتا ہوا بولا۔ کپڑے بدلے' نکھرا نکھرا سا وہ کل کے مقابلے میں خاصا فریش محسوس ہو رہا تھا۔ پتا نہیں چار بجے نکلنے کے لیے وہ خود کس وقت جاگا تھا۔

"آپ میری مدد کریں۔ پلیز بس مجھے یہاں کے کسی بھی شہر یا قصبے تک پہنچا دیں۔ میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی۔" وہ منت بھرے انداز میں اس سے مخاطب ہوئی تو وہ لہجے کا اکھڑ پن کچھ کم کرتا ہوا بولا۔

"اس وقت تو مجھے جانا ہے۔ واپس آؤں گا تو تمہارے اس مسئلے پر بات کریں گے۔" وہ جیپ اسٹارٹ کرنے لگا اور وہ اپنی منت سماجت ضائع دیکھ کر کچھ دل گرفتہ سی ہو گئی۔ اس کے اداس چہرے پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"کچھ کھا پی لینا۔ وہاں اندر بلیک کلر کا بیگ رکھا ہے۔ اس میں کھانے پینے کا سامان ہے۔ جو دل چاہے کھا لینا۔ مگر اس کے علاوہ میری کسی چیز کو چھیڑنے کی یا کسی سامان میں گھسنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر منہ ہاتھ دھونا ہوا تو وہ رہا تمہارا شاہی حمام۔" اس نے اشارے سے دور سے نظر آتی ایک جھیل دکھائی اور جیپ اسٹارٹ کر کے یہ جا وہ جا۔ کچھ دیر کھڑی جیپ کو جاتا دیکھتی رہی اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ تھکی تھکی سی واپس خیمے میں آ گئی۔ کچھ دیر یونہی پریشان سی بیٹھی رہی۔

"اس نے کہا تو ہے وہ میری مدد کرے گا۔ یوں خوامخواہ بیٹھ کر پریشان ہونے سے میرا پرابلم سولو تو نہیں ہو جائے گا۔ اس طرح بیٹھنے سے بہتر ہے کہ میں ہاتھ منہ دھو کر کچھ کھا ہی لوں۔" خود کو سمجھاتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکل کر جھیل کی طرف آ گئی۔ صبح کا اجالا ہلکا ہلکا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ چڑیوں کی چہچہاتی ہوئی آوازیں اور ٹھنڈی پرسکون نرم ہوا کے جھونکے اسے کچھ دیر کو تمام فکروں سے غافل کر گئے۔ وہ خدا کی قدرت کاملہ کا دیدار کرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کتنی خوب صورتی پیدا کی ہے۔ یہ درخت' پھل' پھول اور یہ بہتا صاف شفاف پانی وہ کتنی ہی دیر کھڑی مبہوت سی وہاں کا حسن دیکھتی رہی۔ درختوں پر بیٹھی چڑیاں اور دوسرے چرند پرند' رب کائنات کی حمد و ثنا کرنے میں مصروف تھے۔ اس نے جھیل کے ٹھنڈے پانی میں ہاتھ منہ دھویا تو طبیعت ایک دم بشاش ہو گئی۔ وضو کے لیے وہ واپس خیمے میں آ گئی۔ نہ قبلے کا پتا تھا نہ یہ کہ نماز کا ٹائم ہوا ہے یا نہیں لیکن وہ اللہ کے حضور نیت باندھ کر کھڑی ہو گئی۔ نماز پڑھ کر اللہ سے اپنی اس پریشانی سے نجات کی رو رو کر دعائیں مانگیں۔ عجیب سا سکون اور طمانیت اس کے اندر پیدا ہو گئی

تھی۔ اپنے لیے چائے بنانے کا سوچا اور چولہے کے پاس آ گئی۔ وہ شاید جلدی میں اپنے لیے چائے بنا کر گیا تھا۔ اس لیے چائے کا کپ اور کیتلی ویسے ہی پڑے تھے۔ برتن دھونے کا تو یہاں کوئی انتظام نظر نہ آ رہا تھا۔ وہ اس کے بتائے ہوئے کالے رنگ کے بیگ کی طرف بڑھی تاکہ اس میں سے دوسرا کپ اور چائے کی پتی وغیرہ نکال سکے۔ بیگ میں خشک خوراک خاصی مقدار میں موجود تھی۔ چائے کی پتی' چینی اور خشک دودھ بھی تھا۔ مگر کپ کوئی اور نہ تھا۔ مجبوراً وہ واپس جھیل تک گئی اور کپ وہاں سے دھو کر لائی۔ چائے کے ساتھ اس نے رات کا کھلا ہوا بسکٹ کا پیکٹ اٹھا لیا۔ چار بسکٹ اور ایک کپ چائے پی کر اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس ویرانے میں بھی اس کی خوراک کا بندوبست کر دیا تھا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے برتن واپس دھو کر رکھے۔ اس کے بستر کی چادر جھاڑی' کمبل تہ کیا۔ وہ شاید اس کے بے آرام ہونے کے خیال سے تمام چیزیں ویسی ہی پھیلی ہوئی چھوڑ گیا تھا۔ تمام کام کر کے فارغ ہوئی تو گھڑی کی سوئیاں صرف آدھا گھنٹہ ہی اوپر گئی تھیں۔ وہ اگرچہ منع کر کے گیا تھا مگر یوں اکیلے چپ چاپ وہ کب تک بیٹھ سکتی تھی اس لیے میز پر پڑی کتاب اٹھا کر پڑھنے لگی۔ شکاریات سے متعلق اس کتاب کو وہ بمشکل دس منٹ ہی پڑھ پائی۔ اس کے بعد ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر آن کر لیا۔ اس نے ریڈیو لگا لیا جس میں بولی جانے والی زبان سے وہ قطعاً" نا آشنا تھی۔ باہر نکل کر آس پاس کی تفریح کا رسک یوں نہیں لے سکتی تھی کہ اگر راستہ بھول گئی تو کیا ہو گا۔ دوسرے یہ کہ یہ کوئی پکنک اسپاٹ نہیں ہے ایک جنگل ہے اگر کوئی جانور ٹکرا گیا تو کیا ہو گا۔ جانوروں کا خیال آیا تو ایک دوسری دل ہلا دینے والی سوچ بھی اس کے ذہن میں آ گئی۔ اگر اس وقت یہاں کوئی جانور اندر گھس آئے تو میں کیا کروں گی۔ اس سوچ کا آنا تھا وہ نئے سرے سے خوف میں مبتلا ہو گئی۔ اگرچہ خود کو ہر طرح بہلانے کی کوشش کی تھی کہ آخر وہ ایک شکاری

ہے اسے یہاں کے ماحول اور جگہوں کے بارے میں مکمل طور پر پتا ہو گا۔ اس نے اپنا خیمہ یہاں سوچ سمجھ کر ہی لگایا ہو گا۔ یہاں یقیناً" کوئی خطرے کی بات نہیں ہے مگر دل کو جکڑ لینے والے اس خوف کو وہ زائل نہ کر سکی۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا تو بیٹھے بیٹھے درود شریف کا ہی ورد کرتی رہی۔ صبح سے دوپہر ہوئی اور دوپہر سے شام وہ وہیں بیٹھی رہی۔ ناشتے کے بعد سے اس نے ایک گلاس پانی تک کا نہ پیا تھا۔ گھڑی نے چار بجائے تو اس نے شکر ادا کیا۔ بس اب وہ آنے والا ہو گا۔ کل بھی ہم لوگ اس وقت آئے تھے۔ مگر چار تو کیا ساڑھے چھ ہو گئے اور وہ واپس نہ آیا تو اسے عجیب و غریب وہم ستانے لگے۔

"وہ اسی شیر کا شکار کرنے گیا ہے یقیناً"۔" اس نے خود سے کہا۔ "اور اگر وہ خود اس شیر کا شکار بن گیا تو کیا ہو گا۔ میں یہاں بیٹھی اس کا انتظار کرتی رہوں گی اور وہ وہاں شیر کا ڈنر بنا پڑا ہو گا۔" اس سوچ کے آنے کی دیر تھی وہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی خیر اور سلامتی کے لیے دعائیں مانگنے لگی۔ دو رکعت نفل حاجات پڑھ کر وہ اس کے زندہ سلامت لوٹ آنے کی دعائیں مانگ ہی رہی تھی کہ جیپ رکنے کی آواز آئی۔

"شکر ہے خدایا۔" اس نے فوراً" ہی اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی دعاؤں کی مقبولیت پر خوش ہوتی کھڑی ہو گئی۔ وہ اندر آیا تو دوپٹہ سر پر نماز کے اسٹائل میں اوڑھے وہ اسی طرف نظریں جمائے کھڑی تھی۔

"شکر ہے آپ واپس آ گئے۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی تھی۔" وہ بڑی خوشی اور مسرت سے بھرپور انداز میں اس سے مخاطب ہوئی تو وہ ایک آدھ سیکنڈ اس کی طرف گھورتا ہوا بیڈ پر بیٹھ گیا اور جیکٹ اتار کر سامنے کارپٹ پر پھینک دی۔ اس کے بعد اپنے لانگ شوز بڑے بے رحمانہ انداز میں گھسیٹ کر اتارے اور انہیں بھی اچھال کر دور پھینک دیا۔ وہ جو اپنی بات کا کوئی بھی جواب نہ ملنے پر کچھ شرمندہ سی ہو گئی تھی اس کے غصے اور ناراضگی بھرے انداز میں سہم کر رہ گئی۔ شرٹ کے بٹن کھول کر وہ شاید شرٹ بھی اتار کر

پھینکنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اس کی طرف دیکھ کر رک گیا اور بٹن واپس بند کرتا ہوا غرا کر بولا۔

"کیا مصیبت ہے۔ میرے سر پر کیوں کھڑی ہو۔ پتا نہیں کون سے منحوس گھڑی تھی جب تم جیسی بلا میرے پیچھے پڑی۔" وہ اس بلاوجہ کی پھٹکار پر بری طرح کھول کر رہ گئی۔ مگر حالات اس بات کی اجازت نہیں دے رہے تھے کہ وہ اسے دو چار کھری کھری سنا سکتی۔ اس لیے چہرے کے تاثرات کو دوستانہ ہی رکھا یوں جیسے وہ اس کے بجائے کسی اور پر برس رہا ہے۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ سگریٹ اور لائٹر ٹیبل پر سے اٹھا کر دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری سگریٹ پیتا وہ پتا نہیں کس ادھیڑبن میں مصروف تھا۔ وہ بڑی خاموشی سے کھڑی اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"اس وقت تو موصوف اتنے جلال میں لگ رہے ہیں ان سے بات کی کیسے جائے؟" وہ اپنے آپ سے بولی اور پھر بڑی مشکلوں سے تھوک نگلتی اپنی ہمت بندھاتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"سنیں آپ نے کہا تھا آپ میری ہیلپ کریں گے۔ دیکھیں میرے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ آپ یہاں قریب ترین جو بھی شہر ہو وہاں تک مجھے پہنچا دیں پلیز۔" ڈرتے ڈرتے بڑی مشکلوں سے اس نے اپنی بات مکمل کی تو وہ جو اتنی دیر سے اس کے وجود سے یکسر بیگانہ اور بے نیاز نظر آ رہا تھا اس کی طرف دیکھے بغیر بڑے غصے سے بولا۔

"میں نے کوئی تمہارا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔ کیا بات ہے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ اکیلے جنگلوں کی سیر کرنے کے لیے بھیجتے ہوئے انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ لے کر مصیبت میرے سر ڈال دی۔ دیکھو بی بی تمہارے جہاں سینگ سمائیں چلی جاؤ۔ میں اس وقت سخت غصے میں ہوں۔ تمہارا سر ور پھاڑ دوں گا۔ مجھ سے بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے" بات کے اختتام پر اس کی طرف سخت خار اور جھنجھلاہٹ سے دیکھا گیا۔

"میں اکیلی نہیں تھی۔ ہم لوگوں کا بہت سیریس ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ وہ تو۔۔۔" وہ اپنی یہاں موجودگی کی وضاحت کرنا چاہ رہی تھی کہ اس نے بڑی بے زاری سے اسے ٹوک دیا۔

"مجھے تمہاری غم زدہ داستان میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ برائے مہربانی مجھے معاف ہی رکھو۔ یہاں رہنا ہے تو خاموشی سے رہو ورنہ جہاں دل چاہے چلی جاؤ۔ میں جب تک اپنا ٹارگٹ اچیو نہیں کر لوں یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا۔ تمہارے اوپر میرا یہی احسان کافی ہے کہ میں نے تمہیں یہاں رہنے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ مجھ سے کچھ توقع نہ رکھنا۔" اور وہ جو اتنی دیر سے بلاوجہ کی ڈانٹ پھٹکار سن رہی تھی۔ اس کے اتنی بدتمیزی سے بات کرنے پر غصے سے پاگل ہو گئی۔

"بھاڑ میں گئی ساری مصلحت یہ جنگلی خود کو سمجھتا کیا ہے۔ اتنی باتیں تو میں نے آج تک کسی کی نہیں سنی ہیں۔"

"رکھیے اپنا یہ احسان اپنے پاس سنبھال کر۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے آپ جیسے بدتمیز اور بے ہودہ انسان کا احسان لینے کی۔ جسے اس بات کا بھی کوئی لحاظ نہیں کہ میں ایک کمزور' بے بس اور پریشان لڑکی ہوں اور صرف لڑکی ہی نہیں ہوں آپ کی ہم وطن اور ہم مذہب بھی ہوں۔ آپ کے لیے تو وہ درندے انسانی جانوں سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جا رہی ہوں میں یہاں سے۔" بھرائی ہوئی آواز میں بولتی وہ باہر کی طرف قدم بڑھانے لگی۔ وہ سامنے بیٹھا ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں کچھ حیرانی بھی تھی۔ آنسو ایک تواتر سے بہہ نکلے تھے جنہیں وہ بڑی بے دردی سے ہاتھوں کی پشت سے صاف کرتی اس سے بولی۔

"اب چاہے میں یہاں سسک سسک کر مر جاؤں مگر آپ سے مدد مانگنے نہیں آؤں گی۔ اتنی انا تو مجھ میں بھی ہے۔ مگر جاتے جاتے آپ کو بتا دوں کہ آپ ایک بدتمیز' جنگلی اور بداخلاق شخص ہیں۔ جو سوائے لوگوں

کے تکلیف پہنچانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا اور اگر میں مر گئی تو میرا خون آپ کی گردن پر ہو گا۔ رکھیے اپنے خزانے سنبھال کر نہیں آؤں گی اب میں یہاں پر چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" آنکھوں کے آگے آنسوؤں کی چادر سی تن گئی تھی۔ صاف دکھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ آنسو صاف کرتی وہ اس کی طرف ایک آخری نگاہ ڈال کر خیمے سے باہر نکل آئی۔

اپنی یہ کمزوری اور رونا اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اگر وہاں سے آ ہی رہی تھی تو رونے کی کیا ضرورت تھی۔ موصوف کے دماغ اچھی طرح درست کرنے چاہیے تھے۔ خود پر جھلاتی وہ کتنی دیر تک بغیر سمت کا تعین کیے چلتی رہی۔ غصے میں باہر نکل تو آئی تھی اب آس پاس سے آتی عجیب و غریب آوازیں اسے ڈرا رہی تھیں۔ شام کے سات پونے سات بجے اس جنگل میں ویرانی کا عالم ایسا تھا۔ جیسے آدھی رات گزر چکی ہو۔

"ٹھیک ہے اگر میری قسمت میں یوں ہی مرنا لکھا ہے تو میں اسے بدل تو نہیں سکتی۔" اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی وہ ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ چاروں طرف اونچے اونچے درخت تھے۔ عجیب سی وحشت اور ویرانی تھی۔ ایسا لگتا ابھی کہیں سے کوئی بھوت نکل آئے گا۔

"ایسی جگہوں پر تو بدروحیں بھی بسیرا کیے رکھتی ہیں۔" اس نے سوچا۔ "شاید ابھی کہیں سے کوئی چڑیل سامنے آ جائے اور اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے مجھے نوچ کھسوٹ کر میرا خون پی جائے" خوف میں گھری وہ گھٹنوں میں منہ دے کر بلک بلک کر رونے لگی۔ دیگر آوازوں میں اب اس کے رونے کی آواز بھی شامل ہو گئی تھی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو۔ جیسے کہیں کا نواب ہے۔ اللہ کرے اسے تو وہ شیر ہی چیر پھاڑ کر رکھ دے۔" زور و شور سے روتی وہ اسے بددعائیں دے رہی تھی۔

"پیٹھ پیچھے کسی کو بددعائیں دینا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔" اس نے جانی پہچانی آواز سنی تو گھٹنوں پر سے سر اٹھایا وہ سامنے کھڑا تھا لبوں پر مسکراہٹ لیے۔ اسے دیکھ کر آنملہ نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"چلو۔" وہ اسے چلنے کا کہہ کر خود بھی آگے بڑھنے لگا۔ مڑ کر ایک نظر اس کی طرف دیکھا جو اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہ ہوئی تھی۔

"چلو بھئی۔ اچھا میری غلطی تھی سوری۔ اب کیا تمہارے سامنے ہاتھ جوڑوں۔" وہ منا بھی یوں رہا تھا جیسے اس کی دس نسلوں پر احسان کر رہا ہو۔

"نہیں جاؤں گی کبھی بھی نہیں جاؤں گی' چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ اتنی بے غیرت نہیں ہوں کہ مجھے اتنا ذلیل کیا جائے اور میں پھر بھی چلی جاؤں۔" اتنی دیر سے چیخ چیخ کر رونے کی وجہ سے آواز بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ آنسو دوبارہ بہنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔

"سوچ لو۔ جہاں تم اس وقت بیٹھی ہو یہ جگہ سانپوں کا گڑھ ہے۔ رات کے وقت تو خصوصیت کے ساتھ درختوں پر سے اتر کر زمین پر چہل قدمی فرماتے ہیں اور سانپ بھی کون سا کوبرا۔ ویسے تو یہاں اڑنے والے سانپ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں خیر تمہاری مرضی" اپنی بات کے اختتام پر اس نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا اور ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ جبکہ وہ سانپوں کی اس وادی میں بیٹھی ہی رہی آخر کو یہ اس کی انا کا مسئلہ تھا۔ اچانک وہ چیخا تھا۔

"ارے تمہارے پیچھے سانپ ہے۔ ہلنا نہیں۔" جواب میں وہ اس سے بھی بلند و بالا چیخ مار کر ایک دم اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور بھاگ کر اس کے پیچھے آ کر چھپ گئی۔ مضبوطی سے اس کی قمیص پکڑے وہ اس کے کندھے پر سے اچک کر سامنے اس پتھر کی طرف دیکھنے لگی جس پر کچھ دیر پہلے وہ آرام فرما تھی۔

"ک' کہاں ہے سانپ مجھے تو نظر نہیں آ رہا۔" اس کی ڈر کے مارے گھگھی بندھ گئی تھی۔

"پتا نہیں کہاں گیا۔ ابھی تو یہیں تھا۔ خیر جانے دو ہمیں کیا۔ چلو چلیں۔" وہ جواب میں بڑی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ آنملہ نے اس کی قمیص چھوڑ دی اور دوبارہ اسی طرف غور سے دیکھا۔ سانپ کیا وہاں تو

بلی کا بھی نام و نشان نہیں تھا۔
نہیں چلنا ہے یا نہیں۔ اتنی التجائیں تو میں نے آج تک کی زندگی میں کسی کی نہیں کی ہیں۔ حالانکہ تم یہاں بیٹھی مجھے کوس رہی تھیں مگر میں پھر بھی تمہیں لینے کے لیے آگیا ہوں۔" وہ اس پر احسان جتاتا ہوا بولا۔ وہ بے چاری تو ابھی تک سانپوں کے غم میں ہلکی ہو رہی تھی۔

"سنیں کیا ابھی واقعی میرے پیچھے سانپ تھا۔" وہ نگاہیں اسی طرف جمائے بولی۔

"اس وقت کیا ابھی بھی تمہارے پیچھے درخت کی شاخ پر ایک سانپ جھول رہا ہے۔" وہ بڑی بے نیازی سے بولا۔ جواب میں وہ ایک زوردار چیخ مار کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بولی۔

"جلدی چلیں یہاں سے۔ مجھے یہاں بہت ڈر لگ رہا ہے۔" چہرے پر خوف و دہشت طاری کیے وہ اسے جانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ اس نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو بمشکل روکا اور دھیرے سے بڑبڑایا۔

"ایڈیٹ۔" وہ اس کی بڑبڑاہٹ سنے بغیر آگے بڑھ گئی تو وہ بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"اگر ابھی یہ نہ آتا میں تو کب کی اس دارِ فانی سے کوچ کر چکی ہوتی۔" اچانک اس کے حلق سے چیخ برآمد ہوئی تو وہ بری طرح جھنجلا گیا۔

"تمہیں تکلیف کیا ہے آخر۔ بات بے بات چیخیں مارتی ہو۔ تمہارے گلے میں خراشیں نہیں پڑتیں۔ مجھے تو اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں۔" وہ چڑ کر پوچھ رہا تھا۔

"ابھی ابھی کوئی چیز میرے پیروں سے گئی ہے۔ شاید سانپ یا بچھو۔" وہ اسے مطلع کرنے لگی۔

"کوئی چوہا وہا ہوگا۔ سانپ رینگتے ہیں۔ اچھلتے کودتے سانپ تم نے کب دیکھے ہیں۔" وہ اس کے چہرے کی سفید پڑتی رنگت سے متاثر ہو کر اسے اطمینان دلانے لگا۔ کیا پتا تھا محترمہ صرف سانپ کے نام سے اتنا ڈرتی ہیں۔ اگر جو کہیں اصلی سانپ دیکھ لیا تو پتا نہیں کیا حشر ہوگا۔ پھر اس کے پیروں پر اس کی نظر پڑی تو حیران ہو کر بولا۔

"تم ننگے پاؤں کیوں ہو۔"

"آپ نے اتنی بدتمیزی کی تھی میرے ساتھ۔ غصے میں میں ننگے پاؤں ہی نکل آئی۔" وہ اپنے پیروں کی طرف دیکھتی اسے اس کی بدسلوکی یاد دلانے لگی۔

"میں نے بدتمیزی کی تھی؟" وہ حیران ہو کر پوچھ رہا تھا۔ "لڑکی جھوٹ ذرا کم ہی بولا کرو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گی۔ الٹا تم مجھے جنگلی، بے ہودہ اور پتا نہیں کیا کیا کہہ کر آئی تھیں۔ یہ تو میری اعلیٰ ظرفی ہے کہ میں پھر بھی تمہیں بلانے آگیا ہوں۔" اس کی بات پر وہ نئے سرے سے تپ گئی۔

"اچھا مجھے منحوس، مصیبت اور بلا کس نے کہا تھا۔" وہ باقاعدہ طعنے دینے کھڑی ہو گئی۔

"اچھا چلو حساب برابر ہو گیا۔ کسی کا کسی پر کوئی ادھار باقی نہیں رہا۔ میرا خیال ہے اب اس ٹاپک کو کلوز کر دینا چاہیے۔" وہ جھگڑا ختم کرنے لگا۔

خاموشی سے چلتے وہ خیمے تک پہنچ گئے تھے۔

"تشریف لائیے میری قابلِ احترام اور انتہائی محترم مہمان۔ اگر آپ اندر آکر میرے غریب خانے کو رونق بخش دیں تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" اس کے سامنے سر کو جھکائے وہ بڑی عاجزی سے بول رہا تھا۔ مگر چہرے اور آنکھوں کے تاثرات ایک دوسرے سے متصادم نظر آرہے تھے۔ ایک طرف عاجزی اور انکساری تھی دوسری طرف مخاطب کو زچ کر دینے والی چمک۔ وہ خاموشی سے کھڑا اس کے اندر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی تو اس کے پیچھے وہ بھی اندر آگیا۔

"میرا خیال ہے یوں بات بات پر چڑ کر اور ناراض ہو کر ہی تم نے اپنی صحت کا یہ حال کر لیا ہے۔ لڑکی خوش رہا کرو۔ اچھی صحت کے لیے خوش رہنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ کچھ عرصے بعد لوگ تمہارا نام چڑچڑی، بدمزاج اور خبطی رکھ دیں گے۔" وہ چولہے کی طرف بڑھتا ہوا اس سے بولا۔ پھر چولہا جلا کر اس سے پوچھنے لگا۔

"کچھ کھایا تھا دوپہر میں؟" جواب میں اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور بولی۔

"صبح چائے پی تھی اور بسکٹ کھائے تھے۔"

"دیکھو اگر تم بیمار وِیمار پڑیں تو مجھ سے یہ توقع مت رکھنا کہ میں تمہاری تیمارداری کروں گا۔ حد ہو گئی۔ یار میں تو اپنے کام کی دھن میں کھانے پینے سے غافل رہا لیکن تم۔" وہ اسے ڈانٹ رہا تھا جبکہ وہ خاموش کھڑی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"چلو تم بھی کیا یاد کرو گی۔ میں آج تمہیں زبردست قسم کا خوب مزے دار سا پاستا بنا کر کھلاتا ہوں۔" وہ اچانک ہی اس پر مہربان ہو گیا تھا اور وہ اس کایا پلٹ پر حیران تھی۔ بیگ سے پاستا کا پیکٹ اور ایک عدد چھوٹی سی پتیلی نکال کر وہ دوبارہ چولہے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور وہیں کارنر پر رکھے کین میں سے پانی ڈال کر چولہے پر ابلنے کے لیے رکھ دیا۔ پانی ابلنے لگا تو وہ پیکٹ کھول کر پاستا اس میں ڈالنے لگا۔ وہ اسے ٹوکنا چاہ رہی تھی کہ صرف دو لوگوں کے لیے پورا پیکٹ بہت زیادہ ہے مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گئی۔ اس کے کام کرنے کا انداز بالکل اناڑیوں والا تھا اور وہ کھڑی ان کھڑا اس کے پھوہڑپن کو برداشت نہ کر سکی تو اس کے پاس آگئی اور بولی۔

"آپ رہنے دیں۔ میں بنا لیتی ہوں۔" جواب میں اس نے کندھے اچکائے اور بولا "موسٹ ویلکم یہ کام تو ویسے بھی میرے لیے دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ ابھی اگر عبداللہ یہاں ہوتا تو اس کے ہاتھ کا پکا مزے دار کھانا کھا کر آپ خوش ہو جاتیں مگر افسوس۔" وہ چولہے کے آگے سے ہٹ گیا۔ تھوڑے سے پانی میں اوپر تک پاستا بھرا ہوا تھا۔ بے چاروں کو ڈوبنے کے لیے چلو بھر پانی بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ اسے ہنستا دیکھ کر وہ حیران ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔" وہ جواب دیتی اوپر اوپر سے تھوڑا سا پاستا نکالنے لگی۔ پھر اس سے بولی۔

"اگر آپ کی پرمشن ہو تو میں آپ کے بیگ سے نمک لے سکتی ہوں۔"

"جو دل چاہے لے لو۔ بس جلدی سے کھانا کھلا دو تمہیں بہت ثواب ملے گا۔ پورے دن کا بھوکا پیاسا ہوں۔ مزید کسر دو گھنٹے تم نے منتیں کروا کر پوری کر دی ہے۔" اسے جواب دیتا وہ خود ہی بیگ سے نمک نکال کر لے آیا اور پوچھنے لگا۔

"اور کچھ چاہیے؟"

"ہاں ایسا کریں مچھلی کا ایک ڈبہ اور مشرومز کا ایک ڈبہ لے آئیں۔" سامان کا تفصیلی جائزہ تو وہ صبح ہی لے چکی تھی۔ وہ بڑی سعادت مندی سے دونوں چیزیں نکال کر لے آیا اور خود ہی اوپنر سے کھول بھی دیا۔

"پاستا بوائل ہو گیا ہے۔ اب اس کا پانی کہاں پھینکوں۔" وہ اس سے پوچھنے لگی۔ تو وہ بولا۔

"لاؤ میں باہر پھینک آؤں۔" وہ بڑا ہی اچھا بچہ بنا ہوا تھا یا شاید بھوک بہت شدید لگ رہی تھی۔ وہ اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں یہ پانی کے ساتھ سب کچھ نہ پھینک آئے خود ہی پتیلی اٹھا کر باہر لے گئی وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ پھر جتنی دیر وہ مچھلی اور مشرومز کو نمک اور کالی مرچ ڈال کر فرائی کرتی رہی وہ اس کے پاس ہی کھڑا اسے بغور کام کرتے دیکھتا رہا۔ فرائی کی ہوئی چیزیں اس نے پتیلی میں ڈال کر مکس کیا اور پلیٹ میں نکالنے لگی تو وہ خوب گہری سانس لیتا ہوا بولا۔

"خوشبو تو زبردست آرہی ہے۔" پلیٹ اس کے ہاتھ میں پکڑا کر اس نے اپنے لیے فرائنگ پین میں ہی پاستا نکال لیا کہ یہاں کپ گلاس، چمچہ پلیٹ وغیرہ سب ہی چیزیں ایک ایک تھیں وہ اپنی پلیٹ پکڑے کارپٹ پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنے لیے پتی کے ڈبے میں سے چمچہ نکال کر وہ بھی وہیں اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ وہ بڑی رغبت سے کھانا کھا رہا تھا۔

"بڑے دنوں بعد کچھ ڈھنگ کی چیز کھانے کو ملی ہے۔" وہ اس کے ہاتھ کے پکے کھانے کی تعریف کر رہا تھا۔ پلیٹ خالی ہوئی تو وہ اپنے لیے اور نکال کر لے آیا

جبکہ وہ کھانا کھا کر فارغ بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا تم اتنی جلدی کھا چکیں؟" وہ حیران ہوا آخر اس کا کل ندیدہ پن اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"اور لو کیا تکلف میں اتنا تھوڑا سا کھایا ہے؟" وہ شاید خلوص میں ہی کہہ رہا تھا مگر آئلہ کو لگا کہ وہ کل کے حوالے سے طنز کر رہا ہے۔

"میں اتنا ہی کھاتی ہوں۔ شکریہ۔" اس کے جواب پر وہ خاموش ہو کر کھانا کھانے لگا تو اس نے سوچا کہ اسے اپنے حالات تفصیل سے سنا دینے چاہئیں تاکہ اسے پتا چلے کہ وہ کوئی ایسی ویسی گئی گزری لڑکی نہیں ہے۔

"کل تو میں پورے دن ماری ماری جنگل میں بھوکی پیاسی بھٹکتی پھری تھی۔ لیلیٰ کی تھرلنگ نیچر نے ہم لوگوں کو مروا دیا۔ ہم لوگ تو اصل میں۔" وہ ابھی اپنی داستان کا ڈھنگ سے آغاز بھی نہیں کر پائی تھی کہ وہ اسے بڑی بوریت سے ٹوک گیا۔

"ظاہر ہے کوئی ایکسیڈنٹ ہی ہوا ہو گا۔ شوق میں تو آپ یہاں پھر نہیں رہی ہیں۔ لہٰذا اس ذکر کو رہنے دیجیے۔" وہ دوسری مرتبہ اسے اپنے اوپر گزرے حالات کی تفصیل سنانے سے روک گیا تو وہ کچھ بدمزہ سی ہو گئی۔ اس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر وہ ہنس پڑا اور بولا۔

"دیکھو لڑکی اس میں ناراض ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل میں بڑا رقیق القلب واقع ہوا ہوں۔ کسی کی بھی تکلیف دیکھ نہیں سکتا اور آپ کی داستان غم تو یقیناً "آہوں اور سسکیوں سے عبارت ہو گی۔ میرا اس وقت رونے دھونے کا کچھ خاص موڈ نہیں ہے اور جب وہ المناک واقعات آپ مجھے سنائیں گی تو لازماً" خود بھی روئیں گی۔ جب کہ پہلے ہی بیس پچیس لیٹر پانی آپ اپنے آنسوؤں کے ذریعے بہا چکی ہیں۔"

"عجیب آدمی ہیں آپ، آپ کو میرے بارے میں کوئی تجسس نہیں ہے میں کون ہوں کہاں سے آئی ہوں۔" وہ چڑ کر بولی تو وہ پلیٹ رکھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"میں بلاوجہ کے تجسس نہیں پالا کرتا۔ اچھا لڑکی اب یہ بتاؤ کافی میں بناؤں یا تم بناؤ گی۔" اس نے بات ہی بدل دی تو وہ کھڑی ہو گئی اور کافی بنانے لگی۔

"میرے لیے بلیک کافی بغیر شکر کے۔" وہ فلور کشن پر نیم دراز ہوتا ہوا بولا۔

کپ اس کے ہاتھ سے لے کر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنے لیے گلاس میں کافی لیے وہ دوسرا کشن گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ کافی کا پہلا گھونٹ لے کر وہ اس سے بولا۔

"لڑکی اس میں شک نہیں کہ تم کھانا اور کافی دونوں ہی بہت اچھے بناتی ہو۔"

"میرا نام لڑکی نہیں ہے۔ میں آئلہ ہوں۔ آئلہ اکرام۔" وہ اس کی مسلسل لڑکی کی گردان سے تنگ آ کر اسے ٹوک گئی۔

"اوہ آئلہ اکرام۔ میں بھی کتنا بھلکڑ ہوں۔ حالانکہ اخبارات میں آئے دن آپ کا تذکرہ ہوتا ہے اور پچھلے ہی دنوں تو بی بی سی والوں نے آپ کی بائیوگرافی نشر کی ہے۔ بس میرے ذہن سے نکل گیا۔" چہرے پر سنجیدگی مگر آنکھوں سے جھانکتی شرارت ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ آئلہ نے اس کے بعد اس سے کوئی بات نہ کی۔ کافی پی کر گلاس اٹھا کر میز پر جا کر رکھا اور واپس کارپٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ جیسے اس کی خاموشی کو بھی انجوائے کر رہا تھا۔

"میرا خیال ہے اب سونا چاہیے۔" وہ کھڑا ہوتا ہوا جماہی روک کر بولا۔ پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ بھی بند کر دی۔ ایمرجنسی لائٹ جس کو شاید ری چارج کی شدید ضرورت تھی۔ اس کی مدھم سی روشنی گل ہوئی تو چاروں طرف گھپ اندھیرا چھا گیا۔ اس نے کوئی چیز اس کی طرف اچھالی اور بولا۔

"یہ لے لو۔" وہ جو ابھی تک ویسی ہی بیٹھی تھی ہاتھ لگا کر چھو کر دیکھا تو پتا چلا کہ اس نے کمبل اسے دیا

ہے۔ دن میں تو موسم ٹھیک ٹھاک تھا۔ مگر رات کو بڑی شدید قسم کی سردی ہو جاتی تھی۔ کل رات بھی وہ سارا وقت سردی میں ٹھٹھرتی رہی تھی۔ پہلے تو اس نے تکلف کے مارے انکار کرنا چاہا پھر خیال آیا یہ تکلف اسے ٹھنڈ میں مار ڈالے گا لہٰذا آرام سے فلور کشن پر دراز ہو کر اس نے کمبل اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ لیا۔

اس کے کمبل میں سے بڑی پیاری اور سانسوں کو معطر کر دینے والی خوشبو آ رہی تھی۔ پتا نہیں وہ کون سا پرفیوم استعمال کرتا تھا۔ مگر اس کی خوشبو لاجواب تھی۔ وہ اس خوشبو کو پوری شدتوں کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی تو اس کی آواز آئی۔

"میں تمہیں کل صبح ہی چھوڑ آتا، اپنے دوستوں سے لگائی ہوئی شرط اور اپنی شکست کو بھول کر۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ اس کا شکار اب صرف میری ضد کا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ کئی انسانی جانوں کے تحفظ کا بھی سوال ہے۔ ہم لوگ تو صرف اس کی پھرتی اور چالاکی کا سن کر اس کا شکار کرنے چلے آئے تھے۔ اس کی عیاری اور مکاری سے تنگ آ کر میرے دوستوں نے سرنڈر کر دیا اور یہاں سے چلے گئے۔ مگر میں نے کبھی ہار کا لفظ نہیں سنا، مجھے نفرت ہے ہارنے سے۔ چنانچہ ان کے جانے کے باوجود اپنے مشن پر ڈٹا رہا۔ یہاں پاس کے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا تو پتا چلا کہ دو بچے اور ایک عورت اب تک اس کا لقمہ بن چکے ہیں۔ وہ گاؤں کے لوگوں کے لیے شدید قسم کا خطرہ بنا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا ختم کیا جانا انتہائی ضروری ہے۔ اس روز وہ میرے شکنجے میں آ ہی گیا تھا کہ تم نے چیخ کر سارا کام بگاڑ دیا۔ آج بھی تمام دن میں اس کی تلاش میں مارا مارا پھرا مگر سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہ آیا امید ہے تم میری بات سمجھ گئی ہو گی۔" آئلہ جواب میں خاموش لیٹی رہی تو وہ بولا۔

"کچھ تو فرمایئے آنسہ آئلہ اکرام صاحبہ۔" اس کے نام پر خاصا زور ڈال کر بولا گیا تھا۔

"میں نے آپ کی تمام تقریر بغور سن لی ہے محترم ہارون وقار احمد صاحب۔" وہ اپنے مخصوص چڑچڑے پن سے بولی تو وہ ہنس پڑا۔ گھپ اندھیرے میں اس کی شکل تو کیا نظر آتی لیکن ہنسی ہی سنائی دے رہی تھی۔

"بہت خوب ویسے تم نے میرا نام کہاں سے معلوم کیا۔"

"ٹائمز نے اپنی تازہ ترین اشاعت میں آپ کا تفصیلی انٹرویو شائع کیا تھا۔ بس وہیں سے میں نے معلومات کے یہ انمول خزانے جمع کیے۔" اسے ادھار رکھنے کا کوئی خاص شوق نہ تھا اس لیے بڑی بے نیازی سے جواب دیتی اسے چڑانے کی کوشش کی تو وہ بے ساختہ بولا۔

"تم نے پڑھا تھا میرا انٹرویو۔ تب ہی میں کہوں تم مجھ سے اتنی امپریس کیوں رہتی ہو۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولا اور وہ اپنا وار خالی جاتا دیکھ کر چڑ گئی۔

"ویسے نک چڑھی، آپس کی بات ہے ٹائمز والوں نے تو پتا نہیں میرے بارے میں کچھ چھاپا تھا یا نہیں مگر تم کبھی سڈنی آ کر دیکھو میں وہاں پورے آسٹریلیا میں کتنا مشہور و معروف ہوں۔ وہاں کے مقامی میگزینز میں اکثر میرے کالم اور انٹرویوز چھپتے رہتے ہیں۔ ٹی وی کے بہت سے پروگرامز کی میں کمپیئرنگ کرتا ہوں۔ بڑا پاپولر ہوں میں وہاں۔ پبلک فگر جس کے گرد لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔" وہ اپنی قصیدہ خوانی میں لگا ہوا تھا۔

"آپ کو اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے۔" وہ اس کی اپنی تعریفوں پر کچھ چڑ کر بولی۔

"آئلہ خاتون یہ میاں مٹھو بننا نہیں کہلاتا بلکہ اسے خودشناسی اور اپنے آپ پر کونفیڈینس کہا جاتا ہے۔" وہ اسے سمجھانے لگا۔

"صرف آئلہ ہوں میں۔" وہ پھر چڑ گئی "اور بائی داوے اسے خودشناسی نہیں خودپسندی کہا جاتا ہے۔ شب بخیر۔" اپنی بات ختم کر کے اس نے کروٹ دوسری طرف کر لی تو وہ بولا۔

"صرف آئلہ اگر یہ خودپسندی ہی ہے تب بھی کچھ غلط تو نہیں۔ شب بخیر۔" اندھیرا اتنا تھا کہ وہ نہ تو اس

کے چہرے کے تاثرات دیکھ سکتی تھی نہ یہ پتا چل رہا تھا کہ وہ اس کی طرف منہ کیے ہوئے لیٹا ہے یا دوسری طرف، آج دن بھر کے تمام واقعات سوچتے سوچتے اسے پتا نہیں کب نیند آ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس کی آنکھ کھلی تو وہ چولہے کے پاس کھڑا چائے پی رہا تھا۔ وہیں میز پر اس نے موم بتی جلا کر رکھی ہوئی تھی۔ وہ یونہی لیٹے ہوئے گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی جو سالٹس اور چائے جلدی جلدی حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔ گیلے بکھرے ہوئے بال بتا رہے تھے کہ صبح، صبح نہایا گیا ہے۔ گھڑی آج بھی کل کی طرح صبح کے پونے چار بجا رہی تھی۔ ہلکے نیلے رنگ کی گھسی ہوئی جینز کے اوپر اس نے ہاف سلیوز کی ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پایا تو مسکرا کر بولا۔ "سو جاؤ۔ ابھی بہت صبح ہے۔" وہ جواب میں خاموش پڑی رہی۔ چائے کا کپ وہیں رکھ کر وہ اپنے بیگ میں سے رائفل اور ریوالور وغیرہ نکالنے لگا۔ اس کے بعد شوز پہنے۔ گھڑی باندھی اور جیکٹ پہن کر باہر نکلنے لگا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی۔

"اگر وہ ایک ہفتے تک آپ کے قابو نہ آیا تو کیا آپ ہفتہ بھر یہیں رہیں گے۔"

"ایک ہفتہ کیا۔ میں تو اگر وہ سال بھر ہاتھ نہ آئے تو پورا سال یہاں گزار دوں۔" وہ جواب دیتا باہر جانے لگا تو وہ پریشان سی ہو کر بولی۔

"کچھ میرے حال پر رحم فرمایئے۔ میرا کیا ہو گا۔"

"تمہارا کیا ہو گا۔ رہنا یہاں آرام سے۔ مجھے مزے مزے کے کھانے پکا کر کھلانا اور ثواب دارین حاصل کرنا۔ اچھا باقی باتیں واپسی پر ہوں گی۔ خدا حافظ۔" وہ اس کے پریشان حال چہرے پر تفصیلی نگاہیں ڈالتا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد نیند تو کیا آنی تھی۔ جب تک وہ ہوتا تحفظ کا ایک عجیب سا احساس اسے اپنی لپیٹ میں لیے رکھتا اور اس کے جاتے ہی وہ احساس ختم ہو جاتا۔

وضو کر کے نماز پڑھی۔ ناشتہ کیا۔ سارا پھیلاوا سمیٹا اور کارپٹ پر بیٹھ کر وقت گزارنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کتنا گندا حلیہ ہو رہا ہے میرا کاش کوئی دوسرے کپڑے ہوتے تو میں بدل لیتی۔" اس کی نفاست پسند طبیعت پر اپنا یہ میلا کچیلا حلیہ بڑا گراں گزر رہا تھا۔ دھول اور مٹی میں اٹے تین دن کے پہنے ہوئے کپڑے۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

"اسے کیا پتا چلے گا وہ تو شام گئے آئے گا۔ تب تک تو میرے کپڑے سوکھ بھی گئے ہوں گے اور میں اپنے اسی حلیے میں نظر آؤں گی۔" اپنے آپ کو سمجھاتی وہ اپنے لیے شجر ممنوعہ بقیہ دونوں بیگز کی طرف بڑھی۔ سلیٹی والے بیگ میں تو اس کی ریوالور، کارتوس، خنجر، کیمرہ اور شکار سے متعلق دوسرا سامان رکھا تھا۔ دوسرے بیگ میں کپڑے رکھے دیکھ کر وہ ایکسائیٹڈ ہو گئی۔ "کپڑے اس طرح نکالنے ہیں کہ اسے پتا نہ چلے کہ کوئی اس کے بیگ میں گھسا تھا۔" بڑی احتیاط سے اس نے سب سے اوپر رکھی ہوئی گرے کلر کی جینز اور ڈارک بلیو شرٹ نکال لی۔ وہیں کپڑوں کے پاس اس کا شیمپو اور صابن بھی رکھا ہوا تھا وہ بھی نکال لیا اور جھیل کی طرف آ گئی۔ خوب اچھی طرح ٹخنوں تک رگڑ رگڑ کر پیر دھوئے کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ دو مرتبہ بالوں میں شیمپو کیا۔ کہاں وہ روز نہانے والی اور کہاں یہ حال۔ خوب اچھی طرح منہ ہاتھ دھو کر وہ واپس خیمے میں آئی کپڑے بدلے۔ اس کے برش سے بال سلجھائے اور واپس جھیل پر آ کر جلدی سے اسی صابن سے اپنے کپڑے دھوئے۔ کپڑوں کو خوب اچھی طرح نچوڑا تاکہ جلد سے جلد سوکھ جائیں اور وہیں خیمے کے پاس ایستادہ ایک بڑے سے پتھر کے اوپر خوب پھیلا کر کپڑے ڈال دیے۔

"دھوپ خاصی تیز ہے۔ ابھی آدھا ایک گھنٹے میں کپڑے سوکھ جائیں گے۔" اس نے خود کو تسلی دی۔ وہ خیمے میں آ کر بیٹھ گئی اور کپڑے سوکھنے کا انتظار کرنے لگی۔ لاکھ وہ یہاں موجود نہیں۔ مگر اس کی

اجازت کے بغیر اس کی چیزیں استعمال کرنے اور کپڑے پہننے پر وہ خود کو چور سا محسوس کر رہی تھی۔ عین اسی وقت جیپ رکنے کی آواز سنائی دی تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اس کا دل چاہا وہ کہیں چھپ جائے یا غائب ہو جائے اسے بھی آج ہی اتنی جلدی واپس آنا تھا۔ وہ ایک دم کھڑی ہو کر جیسے اپنے چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے لگی اسی وقت وہ اندر داخل ہوا۔ فطری سی بات تھی۔ اس نہانے سے خیمے میں اس کی سب سے پہلے نظر اسی پر پڑی تھی۔ جبکہ وہ بالکل اس کے سامنے ہی کھڑی ہوئی تھی۔ اس چھ فٹ سے بھی کچھ نکلتے ہوئے قد کے مالک، مضبوط و توانا مرد کے کپڑے اس کے دھان پان سے وجود پر کیسے سا سکتے تھے۔ جینز کے پائنچوں کو پتا نہیں کتنی دفعہ فولڈ کر کے اپنے ناپ کا بنایا تھا۔ شرٹ کے کندھے پتا نہیں کہاں پہنچے ہوئے تھے۔ ہاف سلیوز فل محسوس ہو رہی تھیں اور ٹی شرٹ کی لمبائی گھٹنوں کے قریب قریب ہی تھی۔ وہ اتنی بری طرح اب تک کی زندگی میں کبھی شرمندہ نہ ہوئی تھی جتنا آج ہونا پڑ رہا تھا۔

اندر گھستے ہی اس نے بڑی حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ شرمندگی سے سر جھکائے خاموش کھڑی تھی۔ اس میں تو اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ اس کی طرف ایک نظر ہی اٹھا کر دیکھ لیتی۔ وہ اسے نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھا اور بیگ میں سے اپنا ریوالور اور کچھ دوسرا سامان نکالنے لگا۔ دو تین منٹ میں اس کام سے فارغ ہو کر وہ پلٹا تو وہ ہنوز اسی طرح کسی بت کی مانند کھڑی تھی۔

"تمہیں کسی نے سزا میں کھڑا کیا ہوا ہے۔ بیٹھ جاؤ آرام سے۔ یہ میرا ریوالور تنگ کر رہا تھا تو میں دوسرا لینے کے لیے آیا تھا۔" اس پر ایک نظر ڈالتا وہ باہر نکلنے لگا پھر کچھ خیال آنے پر رک گیا اور اس سے بولا۔

"کل کی طرح بھوکی مت بیٹھی رہنا۔ کچھ کھا لینا سمجھیں۔" اس نے بمشکل سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ اسی کو دیکھ رہا تھا بڑے عام سے انداز میں جیسے کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہیں۔ بڑی دقتوں سے سر ہلایا کہ وہ جواب کا منتظر تھا۔ بارون خدا حافظ کہتا جا چکا تھا اور وہ خود کو کوستی کارپٹ پر گر پڑی تھی۔

"کیا سوچا ہو گا اس نے میرے بارے میں۔" اسے رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا۔ اس سے تو اچھا تھا کہ میں اس سے پوچھ کر اس کے کپڑے لے لیتی وہ منع تو نہیں کرتا کم از کم اس شرمندگی سے تو وہی بات اچھی تھی۔ مگر اتنی عقل ہوتی تو رونا کس بات کا تھا۔" اس کی ہدایت کے برعکس وہ بھوکی بیٹھی رہی۔ خود پر غصہ اتنا آ رہا تھا کہ کھانا کھانے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ اس کے کپڑے سوکھ گئے تو اس نے جلدی سے اس کے کپڑے ایسے اتارے جیسے بہت بڑا گناہ کر رہی تھی۔ اپنا ریڈ اور بلیک پرنٹڈ کاٹن کا سوٹ پہن کر اس کی جان میں جان آئی۔ اس کے کپڑے اگرچہ آنکہ نے تھوڑی دیر ہی پہنے تھے۔ مگر اخلاق کا تقاضا یہ تھا کہ انہیں دھو کر رکھا جائے اس لیے کپڑے دھو کر سکھائے اور پھر اس طرح طے کر کے انہیں بیگ میں رکھ دیا۔ آج کا تمام دن اسی مصروفیت کی نذر ہو گیا تھا۔ کبھی ایک جوڑا دھل رہا ہے کبھی دوسرا سوکھ رہا ہے۔ اس کام سے فارغ ہوئی تو سکون کا سانس لیا۔ جیسے کسی مصیبت سے چھٹکارا مل گیا ہو۔ کپڑوں کے مسئلے سے نجات ملی تو اس کی بے توجہی کی شکایت کرتے بالوں کی آخر کار قسمت جاگ گئی۔ بالوں کو سلیقے سے بینڈ میں جکڑا اور کارپٹ پر خاموشی سے بیٹھ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

چھ بجے کے قریب اس کی واپسی ہوئی تو وہ ابھی تک اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ اندر آتے ہی اس نے بڑی بھرپور نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ آنکہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ بڑی گہری نگاہوں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ نگاہوں کا زاویہ بدلتے ہوئے وہ اس سے بولا۔

"کیا حال چال ہیں مس آنکہ آپ کے۔ آج کا دن کیسا گزرا۔" وہ اس کی بات پر اپنے مخصوص انداز میں چڑ کر کچھ بھی نہ بولی۔ ویسے ہی چپ بیٹھی رہی

تھی۔ وہ بیڈ پر بیٹھ کر شوز اتارنے لگا پھر اچانک کوئی بات یاد آنے پر جیسے خود پر افسوس کرنے لگا۔

"میں بھی کتنا پاگل ہوں۔" اس نے واپس شوز پہننے شروع کیے تو وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"بڑے زبردست قسم کے تیتروں کا شکار کر کے لایا ہوں۔ انہیں بھون کر کھائیں گے۔ میں نے سوچا تم کوکنگ میں ایکسپرٹ ہو تم سے پوچھ لوں انہیں تیار کرنے کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ یہاں پاس ہی چھوٹا سا دیہات ہے۔ ویسے تو وہاں کسی قسم کی کوئی سہولتیں نہیں ہیں۔ مگر کھانے پینے کا سامان مل جاتا ہے۔" اپنی بات ختم کر کے وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ آئلہ نے دو چار چیزوں کے نام بتائے تو وہ "میں ابھی آدھا ایک گھنٹے میں آتا ہوں" کہہ کر چلا گیا۔

وہ واپس آیا اور چیزیں اس کے ہاتھ میں پکڑا کر خود دوبارہ باہر نکل گیا تو وہ بھی اس کے پیچھے باہر آئی۔ سامنے ہی بیٹھا وہ بڑے ماہرانہ انداز میں اپنے خنجر سے تیتروں کا تیا پانچا کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا۔

"اندر سے کوئی برتن لے آؤ۔ تاکہ انہیں دھو لیا جائے۔" اس نے حکم کی تعمیل کی۔

"میرا خیال ہے اس کام میں تم مجھ سے زیادہ ماہر ہو گی۔ لہٰذا انہیں دھونے کی زحمت تم ہی کر لو۔" اس نے برتن اسے پکڑایا تو وہ خاموشی سے جھیل کی طرف جانے لگی۔ اس سے یہ کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ رات کے وقت وہاں جاتے مجھے ڈر لگ رہا ہے وہ یقیناً مذاق اڑاتا کہ وہ دو قدم کے فاصلے پر جانے سے ڈر رہی ہے۔ دن بھر میں وہ اس جگہ کتنی دفعہ آئی تھی۔ مگر اب عجیب سا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ شاید اندر خیمے میں چلا گیا تھا۔ اس کا خوف دو چند ہو گیا۔ اس کی موجودگی سے جو تھوڑی بہت ڈھارس تھی وہ بھی جاتی رہی۔

"وہاں کہاں دیکھ رہی ہو۔ میں یہاں ہوں۔" اپنے بالکل قریب اس کی سرگوشی سنائی دی تو وہ خوف سے چیخ پڑی۔

"آئندہ اگر تم میرے سامنے چیخیں ناں تو میں تمہارا گلا دبا دوں گا۔" وہ اسے دھمکی دینے لگا۔

"آپ کہاں سے آ گئے میں نے آپ کو آتا دیکھا ہی نہیں۔" وہ ابھی تک حیران تھی۔

"انہیں پتھروں پر چل کر آیا ہوں کہ آپ کے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے۔ آپ کو ڈرنے سے فرصت ملتی تو کہیں اور دیکھتیں۔" وہ بڑے آرام سے شعر کا بے محل استعمال کر کے مسکرا رہا تھا۔ "مجھے پتا تھا ڈر کے مارے تمہاری حالت خراب ہے۔ اسی لیے آ گیا۔ اب جلدی سے کچھ ہاتھ بھی چلاؤ۔ بھوک لگ رہی ہے۔" اس کی بات پر وہ تیز رفتاری سے کام کرنے لگی جبکہ وہ اس کے برابر میں بیٹھ کر کنکر اٹھا اٹھا کر جھیل میں پھینکتا رہا۔ دھلائی کا کام تمام ہوا تو وہ واپس خیمے میں آ گئے اور آئلہ نے جلدی سے تیتروں پر مسالا لگانا شروع کر دیا وہ پتا نہیں دوبارہ کہاں چلا گیا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ واپس آیا تو وہ فارغ بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے بے ساختہ بڑی فکرمندی سے پوچھا تو وہ پتا نہیں کس بات پر ہنس پڑا۔ اپنی بات کے جواب میں اس کی ہنسی آئلہ کو سخت زہر لگی۔

"ایسا میں نے کون سا لطیفہ سنا دیا ہے جو موصوف کو اتنی ہنسی آ رہی ہے۔" وہ اس کے ناراض چہرے پر ایک تفصیلی نظر ڈالتا ہوا بولا۔

"ایک مرتبہ اپنے ایک انڈین دوست کے اصرار پر کہ ہمارے ہاں کی فلمیں بڑی زبردست ہوتی ہیں ایک انڈین مووی دیکھی تھی۔ زندگی میں پہلی اور آخری دفعہ۔" وہ دوبارہ کچھ سوچ کر ہنس پڑا پھر اس کے سامنے ہی کارپٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"اس فلم میں ہوتا کچھ یوں ہے کہ ہیرو اور ہیروئن ایک دوسرے سے بڑی شدید محبت کرتے ہیں مگر ظالم سماج ان کے راستے میں روڑے اٹکا دیتا ہے۔ آخر کار تنگ آ کر دونوں اپنا اپنا گھر چھوڑ دیتے ہیں اور ایک ویران بیابان مگر بے حد حسین اور پرفضا

جنگل میں آ جاتے ہیں۔ اب کیونکہ وہ ہیرو ہیروئن تھے اور ڈائریکٹر ان پر بے حد مہربان تھا اس لیے تمام حالات ان کے حق میں ہوتے ہیں۔ ہیرو صاحب جو محلوں میں پلا بڑھا رہے تھے اچانک ایک بہترین آرکیٹیکٹ بن جاتے ہیں اور درختوں کی لکڑیاں کاٹ کر نہایت شاندار سا گھر تعمیر کرتے ہیں۔ اس بارے میں ڈائریکٹر اور پروڈیوسر سمیت سب خاموش ہیں کہ دیگر بلڈنگ میٹریل انہیں کہاں سے دستیاب ہوا۔ خیر جناب گھر بن گیا اور دونوں نے وہاں رہنا شروع کر دیا۔ ہیرو صاحب صبح سویرے جنگل میں لکڑیاں کاٹنے چلے جاتے اور ہیروئن بے چاری ان کے انتظار میں ایک آدھ غمگین سا گانا گا کر ان کے لیے مزے مزے کے پکوان تیار کرتی ہے۔ اس بارے میں بھی تمام متعلقہ افراد خاموش ہیں کہ کھانے پینے کا سامان مہیا کہاں سے ہوتا تھا بھئی کہیں نہ کہیں سے آ رہا ہوگا۔ ہم آپ کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔ اس وقت میں نے اپنے دوست سے کہا تھا کہ اتنی بے تکی اور فضول فلمیں اسی کو مبارک ہوں جن میں کوئی سر ہے نہ پیر' ایک جنگل میں خوش و خرم رہ رہے ہیں باقی نہ کوئی بندہ ہے نہ بندے کی ذات۔"

اس نے اپنی بات ختم کی تو آئلہ کو اپنا چہرہ کچھ تپتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اتنا آؤٹ اسپوکن ہوگا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

"گوشت تو میرینیٹ ہو گیا ہے۔ کیا چولہے پر ہی تل لوں۔" وہ اس کے سامنے سے کھڑی ہوتی ہوئی بولی تو وہ اس کے بات بدل دینے پر ہنس پڑا اور خود بھی کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"تم ان فلموں کی اس قسم کی باتوں پر یقین کرتی ہو۔"

"میں فلمیں نہیں دیکھتی۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھ گئی اور خوامخواہ تیتروں کو الٹ پلٹ کرنے لگی۔

"ابھی جب تم یہاں بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھیں' مجھے برسوں پہلے کی دیکھی وہ فلم اچانک ہی یاد آ گئی۔"

وہ بھی اس کے پاس ہی آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں آپ کا انتظار نہیں کر رہی تھی۔" وہ بری طرح چڑ گئی۔

"حد ہوتی ہے خوش فہمی کی بھی۔" وہ اس کی بات پر ہنس پڑا اور بولا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ ہم دونوں گھر سے بھاگے ہوئے ان فلمی ہیرو ہیروئن کی طرح رہ رہے ہیں۔" وہ اس کی اس بات پر جل کر بولی۔

"لگتا ہے آج آپ بہت خوش ہیں۔"

"ارے تمہیں کیسے پتا چلا۔" وہ حیران ہوا۔ وہ اس کی حیرت نظرانداز کر کے سنجیدگی سے بولی۔

"عام طور پر لوگ بے تحاشا خوش ہو کر فضول اور بے تکی باتیں کرنے لگتے ہیں اس لیے۔" وہ اس کی بات کا برا مانے بغیر بدستور مسکراتا ہوا بولا۔

"تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ اب جلدی سے اپنی ذہانت کو کنفرم کراؤ۔ یہ بتا کر کہ میں اتنا خوش کس بات پر ہوں۔"

"آپ کی خوشی کا دائرہ تو غالباً" ان چیتوں اور شیروں تک ہی محدود ہے۔ چنانچہ انہیں سے متعلق کوئی بات ہوگی۔" وہ اس طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"مان گئے بھئی تمہاری ذہانت کو۔ اب جلدی سے یہ اٹھا کر باہر لے چلو۔ وہاں میں نے تمہاری دعوت کا سارا ارینجمنٹ کیا ہوا ہے۔" وہ اسے سراہتا ہوا برتن کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ تو وہ مسالا لگے تیتروں کو اٹھا کر اس کے پیچھے ہی باہر نکل آئی۔ خیمے سے کچھ فاصلے پر اس نے لکڑیاں جلائی ہوئی تھیں۔ تینوں سے ملتی جلتی وہ عجیب و غریب شے وہ پتا نہیں کہاں سے ڈھونڈ کر لایا تھا۔

"کبھی تم نے اس قسم کا ڈنر کیا ہے۔" وہ سیخوں پر بوٹیاں چڑھاتا ہوا بولا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ پھر خود بھی اس کی مدد کرانے لگی۔ گوشت کے بھوننے کی خوشبو اور لکڑیوں کے جلنے کی مخصوص مہک نے ماحول کو بڑا خوب صورت بنا دیا تھا۔ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے وہ دونوں جیسے کوئی پکنک منا رہے تھے۔ کچھ دیر کو تو

وہ یہ بھی بھول گئی کہ وہ کن پریشان کن حالات کا شکار ہے اور یہ کہ اس کے گھر والے اس کے لیے کس قدر فکر مند ہوں گے۔ چودھویں کے چاند نے اپنی تمام روشنی جیسے یہیں نچھاور کردی تھی۔ ماحول کا اثر تھا یا وہ تیتر واقعی بہت مزے دار تھے وہ فیصلہ نہ کرپائی اور اس سے بولی۔

"اتنا شاندار ڈنر میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ یہ ڈنر تو مجھے ساری زندگی یاد رہے گا۔" گرما گرم بوٹی منہ میں رکھتے ہوئے وہ اس سے بولی تو وہ سیخوں پر سے بوٹیاں اتارتا ہوا اس سے بولا۔

"تمہارے ساتھ رہو گی تو ایسے ہی مزے آئیں گے۔" پھر کچھ سوچ کر اس سے بولا۔

"تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ یہ دعوت ہے کس خوشی میں" پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی بولا۔

"آج میں نے اس کا کام تمام کردیا ہے۔ بڑا چالاک بنتا تھا۔ تمہیں تو شاید پتا نہ ہو بڑے بڑے سورما ابھی تک اس کے شکار کی خاطر یہاں آکر ناکام لوٹ چکے ہیں۔ یہ میرا اب تک کی زندگی کا شاندار ترین کارنامہ ہے۔ جس کام کو بڑے بڑے پروفیشنلز نہیں کرسکے وہ میں نے کر دکھایا۔ میرے دوست تو خوشی سے پاگل ہو جائیں گے جب انہیں میری کارکردگی کا پتا چلے گا۔" وہ بے حد خوش تھا۔ مسرت کے بے پایاں احساس سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اس کی بات پر وہ بھی خوشی سے اچھل پڑی اور بولی۔

"اس کا مطلب ہے اب آپ مجھے چھوڑ آئیں گے۔" وہ اس کے چہرے پر ایک تفصیلی نظر ڈالتا ہوا بولا۔

"تمہیں چھوڑنے کا کیا مطلب ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے میں ابھی یہاں مزید قیام کروں گا۔" پھر کچھ دیر وہ کوئی بات سوچتا رہا اور اس سے بولا۔

"میں تو ابھی رات ہی میں یہاں سے جانا چاہ رہا ہوں۔ مگر مسئلہ تمہارا ہے۔"

"کیوں میرا کیا مسئلہ ہے۔" وہ اس کی بات سمجھے بغیر بولی۔ وہ کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تو وہ مزید بولی۔

"ابھی چلیں ناں۔ میری وجہ سے آپ کو کوئی پرابلم نہیں ہو گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں آپ کو بالکل بھی پریشان نہیں کروں گی۔" وہ اسے چلنے کے لیے اکسانے لگی تو وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"پاگل ہو تم۔ پتا نہیں تمہارے گھر والوں نے اپنی اتنی کوڑھ مغز بچی کو اتنے خطرناک جنگل میں بھیج کیسے دیا۔" اس کی بات پر وہ حسب عادت چڑچڑے پن سے بولی۔

"پھر میں اگر ساری بات سنانے کی کوشش کروں گی تو سنیں گے نہیں۔ لیکن میرے بارے میں اس طرح کی فضول الزام تراشیاں کرنے سے برائے مہربانی گریز فرمائیں۔" اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور بولا۔

"اچھا تم دل چھوٹا نہ کرو۔ چلو سناؤ اپنی الم ناک داستان میں تمہاری پوری بات مکمل خاموشی سے سنوں گا۔" اس کا شرارتی لہجہ اس کا خون کھولانے لگا تو وہ وہاں سے کھڑی ہو گئی۔ پیچھے سے اس کی آواز آئی۔

"دیکھو ابھی میں نے تمہیں اتنا مزے دار ڈنر کروایا ہے۔ یوں جل کلس کر کھایا پیا ضائع نہ کرو۔ ورنہ تمہارے گھر والے مجھے الزام دیں گے کہ کیسا بد اخلاق میزبان تھا ہماری بچی کو ڈھنگ سے کھلایا پلایا بھی نہیں۔ بے چاروں کو یہ نہیں پتا ہو گا کہ اس میں میزبان بے چارے کا کوئی قصور نہیں۔ خاتون ہی چڑچڑے پن کی پرانی مریضہ ہیں۔" وہ بنا کوئی جواب دیے اندر خیمے میں آگئی۔ کچھ دیر بعد وہ بھی اندر آگیا۔ آئلہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"اٹھو یہاں سے۔" اسے اٹھنے کے لیے کہا گیا تو وہ خاموشی سے بیڈ پر سے اٹھ گئی۔ اس کے ہٹتے ہی اس نے اپنے سنگل بیڈ کو جو بوقت ضرورت صوفے کا کام بھی دے سکتا تھا فولڈ کرنا شروع کردیا۔ اس کے پائے فولڈ کیے۔ میٹرس اسی میں جوائن تھا۔ بیڈ فولڈ ہونے کے بعد کسی چھوٹے سے سوٹ کیس جتنا ہو گیا تھا۔ وہ

سامنے کھڑی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے اگر تم یہاں مہمان بن کر کھڑی رہنے کے بجائے کچھ تھوڑا بہت میرا ہاتھ بٹا دو تو ہم جلدی روانہ ہو سکیں گے۔" کرسی فولڈ کرتا وہ اس سے بولا تو آئلہ "کچن" کی طرف آگئی اور برتن وغیرہ سمیٹنے لگی۔ کھانے پینے کا تمام سامان اور برتن اس نے بیگ میں بھر کر بیگ بند کردیا اور ٹیبل کے پاس آکر اس کی کتابیں اور دوسرا سامان اٹھاتی اس سے پوچھنے لگی "یہ چیزیں کہاں رکھوں۔"

"یہ سامنے والے بیگ میں ڈال دو۔" اس نے کام کرنے کے دوران جواب دینے کی فرصت نکالی۔ وہاں موجود سارا ہی سامان پورٹیبل تھا اس لیے ہر چیز چھوٹے چھوٹے سائز میں کنورٹ ہو گئی تھی۔ وہ چیزیں اٹھا کر جیپ میں رکھ کر آنے لگا۔ تیسرا چکر لگا کر واپس آیا تو وہ ہاتھ میں اس کی جیکٹ اور شرٹ لیے کھڑی تھی۔

"کیا ہوا۔" اسے یوں کھڑا دیکھ کر وہ بولا۔ تو اس نے جواب دینے کے بجائے دونوں چیزیں اس کی طرف بڑھا دیں۔

"یہ رکھ لیں۔" اسے خاموش کھڑا دیکھ کر وہ بولی۔

"تم خود ہی رکھ دو۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیا تو وہ کچھ جھجکتی اس کے بیگ میں دونوں چیزیں رکھنے لگی۔

تمام چیزیں رکھ دی گئی تھیں۔ وہ اب آخر میں خیمہ اکھاڑ رہا تھا۔ آئلہ باہر آکر کھڑی ہو گئی۔ سامنے موجود اس گھنے اور اونچے درخت کو دیکھ کر وہ اس کی طرف آ گئی۔ وہ خیمہ اکھاڑ کر جیپ میں رکھ چکا تو اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں وہ سامنے درخت کے پاس کھڑی پتا نہیں کیا کررہی تھی۔ ہارون اس کے پاس چلا آیا وہ اس کی آمد سے بے خبر درخت پر اپنا نام کھود رہی تھی۔

"تمہارا کیا دوبارہ بھی کبھی یہاں آنے کا ارادہ ہے۔" وہ اس کی پشت پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"پتا نہیں۔ لیکن میرا دل چاہ رہا ہے کہ بہت سالوں بعد جب کوئی یہاں سے گزرے تو اس درخت پر میرا نام دیکھ کر ایک لمحے کو میرے بارے میں سوچے ضرور" وہ "A" کو گہرا کرتے ہوئے بولی۔

"بڑے رومینٹک خیالات ہیں۔ میں نے تو آج تک کبھی اس طرح نہیں سوچا۔ ورنہ اب تک انڈیا، برازیل آسٹریلیا افریقہ اور پتا نہیں کہاں کہاں کے جنگلات میں مختلف درختوں پر میرا نام کھدا ہوتا۔ ویسے آئیڈیا برا نہیں ہے لاؤ میں بھی اپنا نام لکھوں۔" پھر اس کے نام کے نیچے ہی اس نے خوب بڑا بلاک لیٹرز میں اپنا نام لکھا۔ اس کام سے فارغ ہوا تو ہاتھ جھاڑتا اس سے بولا۔

"چلیں اب؟"

"ہاں چلیں۔" وہ جواب دیتی آگے بڑھ گئی۔ جیپ کے پاس پہنچی تو پچھلی سیٹ پر اس موٹے تازے صحت مند شیر کو پڑا دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی۔

"پھر چیخیں تم۔ میں نے منع کیا تھا ناں۔" وہ اس پر ناراض ہونے لگا۔

"یہ بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔ میں اس کے ساتھ سفر نہیں کرسکتی۔" وہ جیپ سے دو چار قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"نہیں جاؤ گی تو مت جاؤ۔ رہو یہیں۔ میں تو جا رہا ہوں۔" وہ اپنے روایتی روڈ لہجے میں بولا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر جیپ اسٹارٹ کرنے لگا۔

"آپ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ وہ بھی اس منحوس کی خاطر۔" وہ وہیں کھڑے کھڑے چلائی۔ نظریں بدستور اسی منحوس پر تھیں جو اپنے گیم گھیم وجود سمیت پچھلی طرف پڑا ہوا تھا۔ لگتا تھا اسے بمشکل جیپ میں گھسایا گیا ہے کیونکہ اس کا آدھا دھڑ سیٹ پر آدھا سیٹ سے نیچے پڑا ہوا تھا۔

"تمہیں آنا ہے تو آؤ ورنہ میں جا رہا ہوں۔" وہ اسے وارننگ دینے لگا تو آئلہ نے بڑی ہمتوں سے قدم جیپ کی طرف بڑھائے اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ایک نظر دوبارہ اس پر ڈالی اور ہارون کی طرف بڑی بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ مر گیا ہے ناں۔ آپ نے ٹھیک طرح چیک کر

لیا۔ کہیں ایسا نہ ہو یہ مکاری کر رہا ہو۔“ جیپ کا دروازہ پکڑے وہ باقاعدہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ جیسے زچ سا ہو گیا۔ اپنے غصے کو دباتے وہ بڑی مشکلوں سے نرم آواز میں بولا۔

”آئلہ کیوں ٹائم ضائع کر رہی ہو۔ جلدی بیٹھو۔“ کوئی جائے فرار نظر نہیں آ رہی تھی پتا تھا وہ اپنے ”چہیتے“ کو کبھی اپنے سے جدا نہ کرے گا اس لیے خود کو گھسیٹتی جیپ میں بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھنے پر اس نے باآواز بلند خدا کا شکر ادا کیا۔

”یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔“ وہ اس کی بات سے بے نیاز ترچھی نگاہوں سے چیتے کو دیکھ رہی تھی۔ دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے اسے دیکھنا بھی نہیں چاہ رہی اور دیکھ بھی رہی ہے۔ وہ اس کے اتنے زیادہ خوف زدہ ہونے پر بڑی قابل رحم نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

”اب کیا میں حلف اٹھا کر کہوں کہ یہ مر چکا ہے۔ کیوں مرحوم کی روح کو گھور گھور کر تکلیف پہنچا رہی ہو۔“ وہ اس کی مسلسل ترچھی نگاہوں سے تنگ آ کر بولا تو وہ اس کی طرف دیکھ کر بڑے ناراض انداز میں بولی۔

”آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا ہے۔ اسے میرے اوپر ترجیح دے کر آپ نے میری انسلٹ کی ہے۔“

”یہ بات اگر آپ نے اس بے چارے معصوم جانور کے بجائے کسی خاتون کی شان میں کہی ہوتی تو میں آپ سے معذرت کر لیتا اور شاید آپ کی بات کو انجوائے بھی کرتا۔“ وہ بڑی سنجیدگی سے بول رہا تھا۔ آئلہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ پھر اس پر سے نظریں ہٹا کر ونڈ اسکرین پر مرکوز کرتا ہوا بولا۔

”مجھے اپنی منزل پر پہنچنے کی بڑی جلدی ہے۔ ویسے تو کچھ طریقے میں نے اس پر اپلائی کیے ہیں کہ اس کی لاش جلدی سڑے نہیں مگر پھر بھی مجھے جلد سے جلد اپنے دوستوں کو جوائن کرنا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں جانا کہاں ہے؟“ اس کی بات کے جواب میں وہ ایک نظر اس پر ڈال کر بولی۔

”ویسے تو مجھے نیپولی جانا ہے۔ مگر آپ کو جہاں سہولت ہو وہاں مجھے چھوڑ دیں۔“ وہ اس کے تکلف برتنے پر ہنس پڑا اور بولا۔

”اچھا تو آپ نیپولی میں رہتی ہیں۔“ وہ اس کی ہنسی پر کچھ حیران ہوئی اور بولی۔

”آپ کا سینس آف ہیومر بڑا عجیب ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید لیلیٰ میری جگہ ہوتی تو آپ کی کمپنی کو خوب انجوائے کرتی۔ وہ تو اگر یہاں آ جاتی تو سب گھر والوں کو بھول بھال آپ کے ساتھ شکار کھیلنے نکل کھڑی ہوتی۔ ایسی ہی ہے وہ نڈر اور ایڈونچر کی شائق۔“ لیلیٰ کے ذکر کے ساتھ ہی اسے ان دونوں کی فکر ستانے لگی۔

”یا اللہ وہ لوگ خیریت سے ہوں۔“ وہ بغور اس کے اداس اور فکر مند چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے پل پل بدلتے موڈز کے تمام اسرار و رموز اس پر اچھی طرح واضح تھے اس لیے اس کا موڈ بدلنے کی خاطر بولا۔

”اتنی اچھی اور خوبیوں کی مالک لڑکی سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ آپ کی دوستیں تو آپ کی طرح بے وقوف اور بزدل ہونی چاہئیں۔“ اپنے بارے میں اس کی کمنٹس کا برا منائے بغیر وہ اسے لیلیٰ کے بارے میں بتانے لگی۔

”وہ ابھی اگر یہاں ہوتی تو اس شیر کے اوپر پاؤں رکھ کر سب سے پہلے تو اپنی ایک تصویر کھنچواتی پھر ہاتھ پھیر کر اس کا تفصیلی جائزہ لیتی۔ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتی۔ بڑے بلند ارادے ہیں اس کے۔ ویسے تو وہ خلا باز بننا چاہتی تھی مگر چچی جان تھوڑی کنزرویٹو خیالات کی مالک ہیں اس لیے اس کا یہ شوق پورا نہ ہو سکا۔“ وہ اپنی کامیاب کوشش پر مسکراتا ہوا بولا۔

”کہاں پائی جاتی ہے یہ لیلیٰ۔ اصولاً تو اسے کسی جنگل ہی میں پایا جانا چاہیے۔ ویسے اس لیلیٰ کو اب تک اپنا قیس مل چکا ہے یا نہیں۔ مجھے تو صرف سن کر ہی ان خاتون سے ملنے کا شدید شوق پیدا ہو گیا ہے۔“

[illegible] بول پڑی۔

”[illegible] کھے اس کا نکاح ہو چکا ہے۔“ اس کے [illegible] بے ساختہ ہنس پڑا اور لہجے میں تھوڑا سا [illegible] مال کرتا ہوا بولا۔

”[illegible] میں لیٹ ہو گیا۔“ کچھ دیر دونوں طرف [illegible] تنہائی رہی۔ باتوں میں لگ کر اس کا دھیان [illegible] ڈیرے سے ہٹ چکا تھا وہ اس کی طرف ایک [illegible] نظر ڈال کر بولا۔

”[illegible] نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ۔“ اپنے لیے اس کے لہجے [illegible] ملائمت پر اس کا دل خوش ہو گیا۔

”[illegible] ابھی تو نیند نہیں آ رہی۔“ اس کی بات کا [illegible] کر وہ ایک آدھ سیکنڈ کی خاموشی کے بعد اس سے مخاطب ہوئی۔

”آپ کے گھر والے آپ کو اتنے خطرناک کاموں [illegible] کی اجازت کیسے دے دیتے ہیں۔ ایسا خوفناک [illegible] میں جان جانے کے اتنے زیادہ چانسز [illegible] آپ کو روکتے نہیں۔ میرے تو بھیا نے جس [illegible] کی تھی امی نے رو رو کر پورا گھر سر پر اٹھا لیا تھا جیسے ابھی جنگ چھڑنے والی ہے۔“ اس کی [illegible] جواب میں وہ بڑے طنزیہ انداز میں بولا۔

”[illegible] پیچھے کوئی رونے والا نہیں ہے۔ اس لیے [illegible] اطمینان کے ساتھ جو چاہے کر سکتا ہوں۔“ [illegible] لہجے کی تلخی پر متعجب ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

”شاید میں نے کوئی غلط بات کر دی ہے۔ جس سے [illegible] ہے۔“ وہ قیاس آرائیاں کرتی چپ بیٹھی [illegible]۔

[illegible] بڑی تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ شاید وہ اس [illegible] سے جلد از جلد عہدہ برا ہونا چاہتا تھا۔ اس [illegible] سے لاتعلق وہ راستے پر نظریں جمائے جیپ [illegible] رہا تھا۔ آئلہ چاروں طرف پھیلے اس سناٹے اور [illegible] بھرے ماحول سے نظریں چرائے اپنے ہاتھوں [illegible] نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ ”کتنی ویرانی اور وحشت [illegible] ہے۔ اگر یہ ساتھ نہ ہوتا تو میں تو کب کی [illegible] ہو گئی تھی۔“ وہ اپنے آپ سے باتیں کرتی وقت گزارنے لگی۔

اسی وقت جیپ ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ رک گئی اس کا سر سامنے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ اسے دروازہ کھول کر باہر اترتے دیکھ کر وہ اس سے پوچھنے لگی۔

”کیا ہوا۔“

”شاید جیپ میں کچھ پرابلم ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ مکمل جواب دے جائے میں ذرا اتر کر چیک کر لوں۔“ وہ شاید جیپ کے مزاج دکھانے پر کچھ بے زار سا ہو گیا تھا۔ ایک ہاتھ میں ٹارچ پکڑے وہ انجن پر جھکا فالٹ تلاش کر رہا تھا۔ آئلہ اس کی مدد کے خیال سے باہر نکل آئی اور بغیر کچھ کہے ٹارچ اس کے ہاتھ سے لے لی۔ وہ کیا کر رہا تھا کس چیز کو چیک کر رہا تھا اس کے بارے میں نہ وہ جانتی تھی نہ جاننے کا کوئی شوق تھا۔ اس کی دلچسپی تو بس اس بات میں تھی کہ کسی بھی طرح جیپ جلد از جلد ٹھیک ہو جائے اور وہ اس اجاڑ ویران جگہ سے رخصت ہوں۔ اپنے خیالات اس سے شیئر بھی نہیں کر سکتی تھی ورنہ اسے بتاتی کہ اتنے اجڑے بیابانوں میں بدروحیں بسیرا کیے رکھتی ہیں اور آپ لاکھ بہادر ہوں مگر ایک بدروح کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ اپنے خیالات سے خائف ہوتی وہ اس کے کچھ اور قریب ہو گئی تو وہ چڑ کر بولا۔

”کہاں گھسی رہی ہو۔ دور ہٹ کر کھڑی ہو۔“ اس کے ناراض لہجے سے ڈر کر وہ فوراً دور ہٹ گئی۔ دس پندرہ منٹ انجن کے ساتھ مغز ماری کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”فالٹ میں نے ٹھیک کر دیا۔ اب کوئی پرابلم نہیں ہے۔ بس اب صرف تھوڑا سا پانی چاہیے۔ چلتے وقت مجھے خیال ہی نہیں آیا کہ چیک کر لوں۔ ویسے فکر کی کوئی بات نہیں ہے یہاں سامنے ہی ایک چشمہ ہے میں وہاں سے پانی لے کر آتا ہوں تم جیپ میں بیٹھو۔“ وہ ہاتھ میں کین پکڑ کر جانے لگا تو وہ فوراً بولی۔

”میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ یہاں اکیلے مجھے ڈر لگے گا۔“ وہ اس کی بات پر جھلا گیا۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ میں کہیں دور نہیں جا رہا ہوں۔ یہاں بالکل قریب ہی۔"

"نہیں میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔" ضدی لہجے میں بولتی وہ اسے اس وقت زہر دکھائی دے رہی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو۔ یہاں کا راستہ اتنا پر خطر اور ناہموار ہے۔ گر گرا جاؤ گی۔ اندھیرا بھی اتنا ہے میں پانی لاؤں گا یا تمہیں سنبھالوں گا۔ اب کوئی آرگومنٹ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے منع کر دیا تو مطلب منع کر دیا بس۔ جیپ میں بیٹھو۔" اس کے اتنے غصے اور ناراضگی بھرے انداز پر وہ سہم کر جیپ میں بیٹھ گئی تو وہ اس کے پاس آیا اور بولا۔

"دروازہ لاک کر کے اور شیشے چڑھا کر بیٹھو۔ جب تک میں واپس نہ آجاؤں تم نے باہر نہیں اترنا' کسی بھی صورت میں انڈر اسٹینڈ۔ آرام سے بیٹھو خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ سامنے جو ڈھلوانی راستہ نظر آرہا ہے بس وہیں ذرا سا نیچے اتر کر چشمہ ہے۔ میں ابھی پانچ منٹ میں واپس آجاؤں گا۔" وہ اسے ذرا دھمکا کر اور تسلی دے کر آگے بڑھ گیا' تیز قدموں سے جیسے جلد سے جلد واپس آنا چاہتا ہو۔ آملہ نے ایک نظر پیچھے پڑے اس درندے پر ڈالی تو ایسا لگا وہ اپنی لال لال آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا ہے اور ابھی اچانک اس پر جھپٹ پڑے گا۔ اس کی طرف سے ذہن ہٹانا چاہا تو ایسا لگا جیسے ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی بھوت آکر بیٹھ گیا ہے اور اب اپنے پنجے اس کی طرف بڑھا رہا ہے۔ وہ بے اختیار اس کی ہدایات نظر انداز کرتی جیپ سے اتر گئی۔

"چاہے کچھ ہو جائے میں یہاں اکیلے نہیں بیٹھ سکتی۔" وہ خود سے کہتی اسی طرف بڑھ گئی جس طرف اسے جاتا دیکھا تھا۔ دو چار قدم چل کر ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ اسے ساتھ چلنے سے کیوں منع کر رہا تھا۔ اونچا نیچا خاصا پر خطر راستہ تھا۔ مزید یہ کہ مکمل اندھیرے میں ڈوبا ہوا۔ صرف چاند کی قدرتی روشنی ہی تھوڑی بہت رہنمائی کر رہی تھی۔ دو تین دفعہ وہ ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچی۔ خود کو کسی چوٹ کے لگنے سے بچانے کے لیے وہ وہیں اس چٹان نما پتھریلی زمین پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ اچانک اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ایسا لگا جیسے بہت سے لوگ چل رہے ہوں۔ اس نے خوفزدہ ہو کر مڑ کر دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔ وہ چار لمبے چوڑے حبشی نما انسان تھے شاید کوئی افریقی تھے۔ ان کے لمبے مضبوط جسم اور ظاہری حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ کوئی شکاری ہیں۔ اس کی طرف لمحہ بہ لمحہ بڑھتے۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں لال ٹین تھی۔ چاروں کے چہروں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ وہ ابھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک قدم بھی نہ بڑھا پائی تھی کہ ان میں سے ایک برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھا جبکہ باقی پیچھے ہی کھڑے اس کی بے بسی کا تماشا دیکھنا چاہتے تھے۔ اسے اپنے ہاتھ پاؤں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔ ایسی کوئی بات تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ اسے ایسا لگا کہ وہ نہ ایک قدم آگے بڑھا سکتی ہے نہ چیخ کر اسے آواز دے سکتی ہے۔ وہ اس کے قریب آکر پتا نہیں کس زبان میں اس سے کچھ بولا اور اسے اپنے طرف گھسیٹا۔ اس کے شانوں پر مضبوطی سے ہاتھ جمائے وہ اسے اپنی طرف گھسیٹ رہا تھا۔ آنکھوں سے ہوس اور بربریت کے شعلے لپک رہے تھے۔ اس نے پوری طاقت صرف کر کے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا مگر اس کی آہنی گرفت کے آگے اس کی کوشش کوئی معنی نہ رکھتی تھی پتا نہیں کہاں سے اتنی طاقت آئی تھی وہ بے اختیار بلند آواز میں چیخی تھی۔

"ہارون' ہارون بچاؤ۔" دور دور تک اس کی چیخ گونجی تھی۔ ساتھ ساتھ خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی بھی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جو پانی بھر کر واپس آنے کے لیے مڑا تھا۔ اس کی چیخ پر بری طرح بوکھلا گیا۔ پانی کا کین ہاتھ سے چھوڑ کر وہ بھاگتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔ جاتے وقت جو راستہ اس نے پانچ منٹ میں طے کیا تھا اس وقت چند سیکنڈوں میں عبور کر کے

واپس آیا تو یہاں کا منظر دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا۔ تیز قدموں سے وہ اس طرف بڑھا تو اس حبشی نے آملہ کو چھوڑ دیا یوں جیسے تم سے ابھی بات کریں گے پہلے اس سے نبٹ لیں۔ اس کے ایک دم چھوڑ دینے سے وہ زمین پر گر پڑی تھی۔ مگر اس وقت افتاد ایسی پڑی تھی کہ اسے اپنی چوٹ ووٹ کی طرف دھیان دیے بغیر وہ فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔ سامنے ہی وہ کھڑا نظر آیا تو وہ بھاگ کر اس کے پاس آگئی اور اس کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ چاروں اپنے لمبے مضبوط ڈیل ڈول کے ساتھ کھڑے جیسے اس کا مذاق اڑا رہے تھے کہ آؤ اگر ہمت ہے تو ہم سے مقابلہ کرو۔ اپنی قمیص مضبوطی سے پکڑ کر کھڑی آملہ کو اس نے جھٹکے سے دور ہٹایا۔ اپنے اتنے بے دردی سے جھٹکے جانے پر اس کے سوئے ہوئے حواس جیسے جاگ اٹھے۔ اسے ایسا لگا ابھی وہ اسے ان لوگوں کے حوالے کر کے ہاتھ جھاڑتا یہاں سے چلا جائے گا۔ اسے آخر ضرورت کیا پڑی ہے اس کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کی۔ ان کا آپس میں نہ کوئی خونی رشتہ ہے نہ جذباتی ایک [illegible] اس نے ترس کھا کر اپنے پاس پناہ دے دی تھی اس قابل تو نہیں ہو سکتی کہ اس کی خاطر جان پر کھیل جایا جائے۔ ہاں یہ کوئی فلمی سچویشن نہیں ہے کہ ہیرو ہیروئن کو بچانے کی خاطر دس بیس غنڈوں کو واصل کر دے۔ وہ ان میں سے کسی کی بھی طرف دیکھے بغیر اندھا دھند بھاگنے لگی۔

"اتنی بے وقعت نہیں ہوں کہ مال غنیمت کی طرح مجھے تقسیم کیا جائے۔" وہ اپنی تمام تر طاقت بروئے کار لا کر بھاگ رہی تھی۔ اس کے کان اس وقت کوئی آواز نہیں سن رہے تھے۔ اسے نہیں پتا تھا وہ لوگ آپس میں کیا بات کر رہے ہیں یا نہیں اسے خود بچانا تھا ہر قیمت پر دو تین مرتبہ ٹھوکر کھا کر گری مگر اس نے پروانہ کی بھاگتے بھاگتے وہ پتا نہیں کتنی دور آ گئی۔ اونچا نیچا پتھریلا راستہ اسے جگہ جگہ سے زخمی کر گیا تھا۔ پاؤں شل ہو گئے تھے۔ سانس پھول گیا تھا۔ اسے ایسا لگا کہ اب وہ مزید ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ بمشکل خود کو سنبھالتی وہ ایک اونچے ٹیلے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئی اور بڑی شدتوں کے ساتھ اپنے رب کو پکارنے لگی۔

"یا اللہ عزت سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے۔ مجھے بچا لے ان درندوں سے۔ میرے گناہ معاف فرما دے۔" وہ سانس تک روک کر بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے بہت سی انسانی چیخوں کی آوازیں سنیں۔ دو چار فائر بھی ہوئے۔ سناٹے کو چیرتی تمام آوازیں وہ بخوبی سن رہی تھی۔

"کیا وہ مجھے چھوڑ کر نہیں گیا۔ کیا وہ میری عزت و آبرو بچانے کے لیے رک گیا ہے۔" اس نے ایک لمحے کو سوچا۔ مگر پھر مایوسی میں گھر گئی۔ اس بات کا فیصلہ کیسے ہو کہ کون فاتح رہا اور کون مفتوح اگر وہ رک بھی گیا ہے مگر ان سے ہار گیا تو کیا ہو گا۔ پھر کچھ چیخوں کی آواز آئی اور اس کے بعد گہرا سکوت چھا گیا۔ ایسا لگ رہا تھا یہاں اس ویرانے میں اس کے سوا کوئی اور ہے ہی نہیں۔ کتنی عجیب بات تھی وہ کچھ دیر پہلے اس جگہ کی ویرانی سے ڈر رہی تھی اور اب یہ ویرانی اور سناٹا اسے بالکل بھی نہیں ڈرا رہے تھے۔ اس نے اپنے پاس قدموں کی آہٹ سنی تو پتا چلا کہ ابھی امتحان ختم نہیں ہوا۔

"نہیں میں اس کھائی میں خود کر اپنی جان دے دوں گی۔ مگر یہ رسوائی ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔" وہ ایک فیصلہ کر کے کھڑی ہو گئی اور آنے والے کی طرف دیکھے بغیر بھاگ کر آگے بڑھنا چاہا تو ہارون نے اس کا بازو دبوچ کر اسے روک لیا اور اگلے ہی لمحے بغیر اسے سنبھلنے کا موقع دیے ایک بھرپور اور زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

"جب میں نے منع کیا تھا تو تم گاڑی سے اتریں کیوں۔ بولو جواب دو۔" وہ جیسے بالکل آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا تھا۔ اپنی سرخ شعلے برساتی نگاہوں سے اسے گھورتا وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"تمہاری سمجھ میں کسی کی بات نہیں آتی۔ صرف تمہاری وجہ سے رات کو سفر کرنے سے اس لیے ڈر رہا

تھا مگر تم ایک بے حس لڑکی ہو جسے نہ اپنی جان کی کوئی پروا ہے نہ دوسرے کی۔" وہ بری طرح اس پر چیخ رہا تھا۔ اسے اتنے شدید غصے میں اس نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اتنی دیر کی اعصاب شکن صورت حال اسے بالکل نڈھال کر چکی تھی۔ وہ اس پر چیختا اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ وہ بے اختیار آگے بڑھی اور اس کے بازو پر سر ٹکاتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو وہ ایک دم چپ ہو گیا۔ اس نے نہ اسے تسلی دی نہ برا بھلا کہا نہ رونے سے منع کیا اور نہ اپنے بازو پر رکھا اس کا سر ہٹایا وہ بس خاموش کھڑا تھا۔ وہ پتا نہیں کتنی دیر تک روتی رہی تھی۔ رونے کی شدت میں کمی آئی اور صرف اس کی سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں وہ تب بھی خاموش کھڑا رہا۔ اسے شاید خود ہی اپنی اس بے اختیاری کیفیت کا احساس ہوا تو وہ فوراً پیچھے ہٹ گئی۔ ایک نظر اس پر اور ایک اپنی بھیگی آستین پر ڈالتا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تیز قدموں سے واپس اسی راستے کی طرف جانے لگا۔ وہ اس کے ساتھ گھسٹتی جا رہی تھی۔ اس کے وجود کا سارا بوجھ جیسے اس نے اٹھایا ہوا تھا۔ وہ صرف گھسٹ رہی تھی۔ پتھر میں اڑا دوپٹہ اس نے جھک کر اٹھایا اور بڑی ملامت کرتی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کو پکڑایا۔ وہ اس کی نظروں سے کٹ کر رہ گئی۔ سر جھکا کر دوپٹہ اس کے ہاتھ سے لیا اور اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لیا۔

کچھ اور آگے بڑھے تو سامنے وہ چاروں زخمی حالت میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ تین شاید بے ہوش تھے اور ایک ہوش و حواس میں پڑا چیخ چلا کر اس سے مدد کی درخواست کر رہا تھا۔ ان چاروں پر ایک نظر ڈال کر وہ آگے بڑھ گیا۔ جیپ کا دروازہ کھول کر اسے اندر دھکا دیا اور خود واپس اس طرف چلا گیا۔ وہ سر جھکا کر اپنے آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی۔

پتا نہیں یونہی بیٹھے کتنی دیر گزر گئی تھی جب جیپ اسٹارٹ ہونے پر اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے جیپ چلا رہا تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا لگنے لگتا جیسے ابھی جیپ کا ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔ اچانک اس کی نظر ہارون کی خون میں بھیگی آستین پر پڑی تو وہ کچھ جھجک کر اس سے بولی۔

"آپ کا ہاتھ زخمی ہو گیا ہے۔ اس پر بینڈیج کر لیں۔" اس نے شاید اس کی آواز سنی ہی نہیں تھی اس لیے اسی رفتار سے جیپ دوڑاتا رہا۔ چند سیکنڈ اس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد وہ اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"آپ کے ہاتھ سے بہت زیادہ خون بہہ رہا ہے۔ جیپ روک کر اس کی مرہم پٹی کر لیں۔" وہ اس کے ہاتھ جھٹکتا ہوا پھنکارا۔

"تم اگر مجھ سے بات نہ کرو تو تمہارا بہت احسان ہو گا۔" وہ اس ردعمل پر چپ ہو کر بیٹھ گئی۔ مگر نظریں بدستور اس کے خون میں لت پت ہاتھ پر تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ یہاں اس کے پیروں کے پاس پڑے اس بیگ میں دیگر سامان کے ساتھ ہی ایک فرسٹ ایڈ باکس بھی رکھا ہے۔ وہ تیزی سے جھکی اور بیگ کھول کر اس میں سے فرسٹ ایڈ باکس نکال لیا۔ وہ اس کی اس تمام کارروائی سے لاتعلق ہوا سے باتیں کر رہا تھا۔ باکس سے کاٹن نکال کر اس نے ہارون کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا ہی تھا کہ وہ ایک جھٹکے سے جیپ روک کر اس سے بولا۔

"اگر اب تم نے مجھ سے بات کی یا میرے قریب آئیں تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔" وہ غرا رہا تھا۔ جواب میں وہ رو پڑی اور بولی۔

"میرے ہاتھ سے نہیں تو خود ہی بینڈیج کر لیں۔ اتنا سارا خون بہہ گیا ہے۔" اس کی گود میں دھرے فرسٹ ایڈ باکس کو اس نے بڑے غصے سے اٹھایا اور اپنے ہاتھ کی ڈریسنگ کرنے لگا۔ وہ آنسو برساتی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بازو پر پٹی باندھ کر اس نے جیپ دوبارہ اسٹارٹ کر دی۔ بلا کا اسٹیمنا تھا اس میں اپنے زخمی ہاتھ پر پٹی باندھے وہ بغیر کسی تکلیف کا اظہار کیے جیپ معمول کے مطابق چلا رہا تھا۔ آنلہ نے دو چار بار سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا مگر وہ شاید اس وقت اس کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا۔ اس سے بات

[..]نے کی ہمت نہ ہوئی تو سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی [..]ف نظریں جما کر بیٹھ گئی۔

[..]انی دیر بعد اس نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا تو [..] ملال اور تاسف اسے اپنی لپیٹ میں لے گیا۔ [..] بھائے بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ پورا چہرہ [..]وں سے بھیگا ہوا تھا۔ بائیں گال پر ابھی تک اس [..]ل[..]وں کے نشان موجود تھے۔ ہاتھوں اور چہرے پر [..]یں پڑی ہوئی تھیں جن سے اب خون رسنا بند ہو [..]یا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو [..]صاف کر دے اور کوئی ایسی بات کرے کہ وہ بے ساختہ [..]ہنس پڑے اپنے مخصوص سادہ انداز میں۔ دل کی اس [..]خواہش کو رد کر تا وہ اس سے نظریں چرا کر دوبارہ سامنے [..]دیکھنے لگا۔ اپنے آس پاس کچھ گاڑیوں کا شور اور [..]ری آوازیں سنائی دیں تو اس نے سر اٹھا کر باہر دیکھنا [..]شروع کر دیا۔ وہ جنگلوں سے نکل کر شہری حدود میں [..]داخل ہو گئے تھے۔ آنلہ نے ایک طویل پر سکون سانس لی اور اپنا چہرہ دوپٹے سے صاف کرنے لگی۔

پتا نہیں کیا وقت ہو رہا تھا شاید ابھی رات ہی تھی [..] پورا شہر سویا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ سڑکوں پر اکا [..]دکا گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ مگر ان ویرانوں کے مقابلے [..]میں یہ اکا دکا گاڑیاں اور ان کا معمولی سا شور بھی اسے [..]بہت بارونق محسوس ہو رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا وہ [..]صدیوں کی مسافت طے کر کے یہاں پہنچی ہے۔ جیپ [..]ایک ہوٹل کے سامنے روک کر وہ اس سے کچھ کہے [..]بغیر اندر چلا گیا وہ بیٹھی اس سمت دیکھتی رہی جہاں وہ گیا [..]تھا۔ وہ ایک بڑا اور شاندار سا ہوٹل تھا۔ خوب جگمگ [..]کرتا روشنیوں میں نہایا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ [..]واپس آتا دکھائی دیا تو اکیلا نہیں تھا۔ وہ دونوں بڑے [..]بے تکلف انداز میں آپس میں کچھ باتیں کرتے اس طرف آ رہے تھے۔ اس کے ساتھ چلتا وہ شخص چہرے [..]پر خوشی اور ایکسائٹمنٹ کے تاثرات لیے اس سے [..]آگے بڑھ گیا۔ جیسے اسے کوئی چیز دیکھنے کی بہت جلدی [..]تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا جیپ کی طرف آیا تو اسے دیکھ کر [..]ٹھٹھک کر رک گیا۔ چہرے پر حیرانی اور بے یقینی کے تاثرات صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ اس کے پیچھے چلتا وہ بھی جیپ کے پاس آ گیا اور اس کا متعجب انداز بھانپ کر بولا۔

"یہ آنلہ ہیں۔" ہاں وہ اتنی ہی مشہور و معروف شخصیت تھی۔ اس کے تعارف میں اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ وہ آنلہ ہے۔ مگر مقابل بھی اس کا دوست تھا چہرے پر سے حیرانی کے تاثرات ہٹاتا بغیر کوئی اور سوال کیے یا کسی قسم کے تجسس کا اظہار کیے وہ اس کی طرف دیکھ کر بڑی رواداری اور شائستگی سے مسکرایا اور بولا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" جواب میں اسے بھی اخلاقاً مسکرانا پڑا۔ اس کی طرف سے توجہ ہٹائے اب وہ دونوں پچھلی نشست کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ اس کے دوست کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ بڑے بھاری قسم کے تعریفی الفاظ میں اپنے دوست کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا اس کی بہادری اور مستقل مزاجی کو سراہ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں جیپ سے کچھ دور ہٹ کر آپس میں کوئی بات کرنے لگے۔ آنلہ نے سنا وہ کہہ رہا تھا۔

"تم اس کا انتظام کرو۔ مجھے ابھی نیپال جانا ہے۔ آگے کا پروگرام بعد میں طے کریں گے۔" وہ بڑی عجلت میں نظر آ رہا تھا۔

"پاگل ہو گئے ہو۔ اتنی لمبی ڈرائیو کر کے آئے ہو۔ تھوڑا سا ریسٹ کر لو۔ کم از کم کچھ کھا پی ہی لو۔ کتنے تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔ کتنے بجے چلے تھے وہاں سے۔" وہ شاید اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ بالکل ماؤں کی طرح اس کے لیے فکرمند ہو رہا تھا۔ وہ اس کی بات پر مسکرایا اور بولا۔

"کھانے پینے کا بالکل بھی ٹائم نہیں ہے۔ مجھے جلد از جلد نیپال پہنچنا ہے۔ ویسے گیارہ بجے چلے تھے ہم لوگ وہاں سے۔" ہم لوگ کے الفاظ پر اس شخص نے بڑی بے ساختگی سے اس کی طرف دیکھا اور فوراً ہی اس پر سے نظریں ہٹا کر بولا۔

"بہت دیر نہیں لگ گئی تمہیں پہنچنے میں۔ کس طرف سے آئے ہو۔" وہ بدستور اس کے لیے فکرمند

تھا۔

"بس وہ جیپ راستے میں خراب ہو گئی تھی وہاں کافی دیر لگ گئی۔" وہ بڑے لاپرواہ انداز میں بولا۔

"خیر جو بھی ہو۔ ایسے تو میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ نیو دہلی کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ کچھ کھا پی لو پھر چلے جانا۔" وہ بڑی قطعیت سے بولا تو وہ بڑی بے بس نظروں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"پیٹر دیر ہو جائے گی۔"

"ہو جائے میری بلا سے۔ تم اندر چلو۔" اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے وہ آپس میں مصروف تھے۔ اس کا وجود کہیں پس منظر میں چلا گیا تھا۔ وہ شاید اس کے مجبور کرنے پر زبردستی وہاں رکنے پر رضامند ہو گیا تھا۔

"آؤ اندر چلو۔" وہ اس کے پاس آ گیا جبکہ اس کا دوست دور کھڑا ان دونوں کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔

اس کے حکم پر بغیر کوئی چوں و چرا کیے وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ ان دونوں کے ساتھ اس شاندار ہوٹل کے ریسپشن کے پاس سے گزرتے اسے اپنا حلیہ بڑا آکورڈ سا لگا۔ گرد و غبار میں اٹا چہرہ، بالوں کی بکھری الجھی لٹیں اور زخمی ہاتھ پاؤں۔ اس نے خوامخواہ بالوں پر ہاتھ پھیر کر جیسے انہیں سنوارنے کی کوشش کی۔ وہ اس سے مسلسل شکار اور جنگل کے حوالے سے باتیں کر رہا تھا۔ اس سے اس کارنامے کی تفصیل سن رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اپنے برابر چلتے شخص کے جوتوں پر نظریں جمائی ہوئی تھی۔ جو بظاہر اس وقت اس سے لاتعلق نظر آ رہا تھا۔ اس کی رفتار سست پڑی تو وہ بھی آہستہ قدموں سے چلنے لگا اور اس کے برابر چلتا اس کا دوست بھی سست رفتاری سے چلنے لگا۔ لفٹ میں آ کر وہ دونوں بھی خاموش ہو گئے تھے۔

اسے ایسا لگا کہ اس کا دوست بڑی گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ہارون سے مخاطب تھا۔ ایک صاف ستھرے اور عمدہ فرنیچر سے آراستہ بڑے سے کمرے میں وہ لوگ داخل ہوئے تو پیٹر اس سے بولا۔

"تم لوگ بیٹھو۔ میں ان دونوں کو بلا کر لاتا ہوں۔ بلکہ بلا کر کیا جگا کر لاتا ہوں۔" وہ ہنستا ہوا باہر نکلنے لگا تو ہارون فوراً بولا۔

"بھائی مروا مت دینا۔ عبداللہ کو جگانا کسی مردے کو اٹھانے کے مترادف ہے۔ کبھی ہم یہیں بیٹھے رہ جائیں۔" وہ بڑے اچھے موڈ کے ساتھ ہنستے ہوئے اس سے بولا تو وہ قہقہہ لگا کر باہر نکل گیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" اس کی آواز پر آئلہ نے اس کی طرف دیکھا تو بڑے بے تکلفانہ انداز میں بستر پر نیم دراز وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے صوفے پر ٹک گئی تو وہ ایک نظر اس پر ڈال کر کھڑا ہو گیا اور وارڈ روب کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گیا۔ اسی وقت پیٹر دروازہ کھول کر اندر آیا اور اسے تنہا بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"ہارون کہاں گیا۔"

"وہ شاید نہا رہے ہیں۔" اس نے مختصر سا جواب دے کر دوبارہ کمرے کا انٹیریئر دیکھنا شروع کر دیا تو وہ اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"آپ بھی فریش ہو جائیے۔ ابھی آپ کو اپنے باقی دونوں دوستوں سے ملوائیں گے۔ ہمارا چار دوستوں کا گروپ ہے۔ میں اور ہارون تو خیر بچپن کے دوست ہیں۔ عبداللہ اور مائیکل سے ہماری دوستی شکار کے حوالے سے اتفاقاً ایک جنگل میں ہوئی تھی۔ بڑی عجیب دوستی ہے ہماری، پورا سال ہم لوگ ایک دوسرے سے نہیں ملتے کہ سب الگ الگ دیسوں کے باسی ہیں مگر ہمارے درمیان یہ خاموش معاہدہ ہے کہ سال کے ان دنوں میں ہم آپس میں ملتے ہیں اور شکار کھیلتے ہیں۔ باقی سال صرف ایک دوسرے سے فون پر یا انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔" وہ بڑے دوستانہ انداز میں اس سے باتیں کر رہا تھا۔ انداز میں بے حد شائستگی اور مخاطب کے لیے احترام موجود تھا۔ وہ تولیے سے سر رگڑتا باہر نکلا تو پیٹر سے بولا۔

"اب اگر روک ہی لیا ہے تو جلدی سے کچھ کھانے پینے کا انتظام بھی کرو۔ بڑی زبردست بھوک لگ رہی

[illegible] ہنستا ہوا کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"[illegible] احسان کیا ہے میرے اوپر رک کر۔ ایک تو [illegible] محبت میں بول رہا تھا۔ پوچھو ان دونوں سے [illegible] جا کر کتنی مرتبہ تمہاری زندہ سلامت [illegible] لیے دعائیں مانگی ہیں۔" جواب میں وہ بھی [illegible] لگا۔ آئلہ خاموشی سے محبت کا یہ مظاہرہ دیکھ رہی [illegible] باہر نکل گیا تو ہارون ڈریسنگ ٹیبل کے آگے [illegible] بال بنانے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ بھی مراقبے سے نکل [illegible] اور منہ ہاتھ دھو لیجیے۔" شیشے میں سے اسے [illegible] بولا تو اسے بھی اپنے بے تکے حلیے کا خیال [illegible]۔ خاموشی سے کھڑی ہو کر وہ باتھ روم کی طرف [illegible]۔ ایک عجیب سی جھجک اور دیوار سی دونوں کے بیچ [illegible] تھی۔ وہ جو اس سے بڑی بے تکلفی سے [illegible] تھی اب اس سے بات کرتے ایک [illegible] حائل ہو گئی تھی۔ بڑے سے اسٹائلش باتھ [illegible] قد آدم آئینے میں خود کو پتا نہیں کتنے روز بعد [illegible] شکل اس سے خود ہی نہیں پہچانی گئی۔ وہ جو [illegible] اور نک سک سے درست، تیار رہا [illegible] اس وقت عجیب و غریب سی کوئی مخلوق نظر آ [illegible]۔

[illegible] اچھی طرح رگڑ رگڑ کر منہ دھویا اور اپنی اصلی [illegible] لانے کی کوشش کی۔ وہیں رکھے برش سے [illegible] دس پندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد چہرہ کچھ [illegible] اپنا اپنا سا لگا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ [illegible] دوستوں سے بھوت بن کر ملنے کا اسے کوئی [illegible] نہیں تھا۔ اتنے خوبصورت گہرے نیلے رنگ کے [illegible] اور بڑے سے ٹب والے باتھ روم میں اس کا [illegible] چاہ رہا تھا اپنی اس خواہش کو دبائی باہر نکلی تو [illegible] آنکھیں بند کیے بیڈ پر لیٹا نظر آیا۔ وہ خاموشی سے [illegible] صوفے پر ٹک گئی۔ اس کی آمد سے بے نیاز وہ [illegible] رہا۔

[illegible] وقت ہلکی سی دستک دے کر پیٹر اور اس کے [illegible] افراد اندر داخل ہوئے تو وہ ساری بے نیازی بھول بھال اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دوستوں سے ملنے لگا۔ ملنے ملانے کا سلسلہ تمام ہوا تو ان دونوں کی نظریں اس پر پڑیں ان کی نگاہوں میں پیٹر کی طرح حیرانی نہیں تھی شاید وہ اس کے بارے میں انہیں بتا کر لایا تھا۔ پیٹر نے ایک اچھے میزبان کی طرح تعارف کروانے کی رسم ادا کی۔

"یہ عبداللہ ہے۔ پیشے کے اعتبار سے بہت مشہور و معروف کاروباری شخصیت، شکار بطور شوق اپنایا ہوا ہے شام ان کا وطن ہے اور آپس کی بات ہے یہ بہت اچھے اور ماہر کک بھی ہیں۔ ہماری شکاری مہمات میں یہ ہم لوگوں کو مزے دار کھانے پکا کر کھلاتے ہیں۔" وہ اس کے سامنے کھڑے بندے کی طرف اشارہ کر کے تعارف کروا رہا تھا۔ آئلہ نے اس بندے کی طرف دیکھا وہ بھی پیٹر ہی کی طرح شائستہ اور مہذب نظر آیا۔

"اور یہ جناب مائیکل ہیں۔ انگلینڈ کے رہنے والے۔ ہم سب میں صرف یہی پروفیشنل شکاری ہیں۔ باقاعدہ لائسنس یافتہ۔ اس لیے جنگلات اور شکاریات کے موضوع پر ان کا علم اور معلومات ہماری بہت رہنمائی کرتی ہے۔" ہارون اس تعارفی پروگرام سے لاتعلق دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ باقی افراد ابھی تک کھڑے ہوئے تھے۔ اسی وقت بیرا خوب لدا پھندا اندر چلا آیا اور ٹیبل پر انواع و اقسام کا کھانا سجانے لگا۔ وہ تینوں اس کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئے۔ بیرا مزید احکامات لے کر کمرے سے چلا گیا تو پیٹر اس سے بولا۔

"تم وہاں کہاں پڑے ہوئے ہو۔ ادھر آؤ۔" اس کے بلانے پر وہ لمبی سی جماہی لیتا اٹھ کر یہیں آ گیا اور آئلہ سے کچھ فاصلے پر اسی صوفے پر بیٹھ گیا۔ درمیان میں رکھی ٹیبل پر ڈھیروں لوازمات سجے تھے۔ وہ کوئی شرم و حیا کی ماری دیو قسم کی لڑکی نہیں تھی شروع ہی سے کو ایجوکیشن میں پڑھا تھا مگر اس وقت اتنے سارے مردوں کے درمیان اسے اپنا وجود بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ اپنے اعتماد کو بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی جب اس نے پیٹر کی آواز سنی۔

"آپ لیجئے ناں۔" وہ اس کے ہاتھ میں پلیٹ پکڑا رہا تھا۔ آئلہ نے شکریہ کے ساتھ پلیٹ تھام لی۔ ہارون بڑے بے تکلف انداز میں پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اس نے تکلفاً" تھوڑا آملیٹ اپنی پلیٹ میں ڈالا اور کانٹے سے اس کے ٹکڑے کرنے لگی۔ وہ تینوں بھی کھانے لگے تھے۔

"آپ نے میرے بارے میں تو پوچھا ہی نہیں۔" پیٹر نے اس سے کہا۔ اس کے جواب دینے سے پہلے ہی عبداللہ بول پڑا۔

"تم کسی کو بولنے کا موقع دو تو کوئی بولے اور تمہارا تعارف تم سے بہتر میں کروا سکتا ہوں۔" اسے جواب دیتا وہ آئلہ کی طرف متوجہ ہوا "مس آئلہ یہ ہیں پیٹر' سوئٹزر لینڈ کے خاصے غیر معروف کیمیکل انجینئر۔ اپنے طور پہ خود کو بہت کچھ سمجھتے ہیں جس سے ہم لوگوں کا اتفاق کرنا ہرگز ضروری نہیں ہے۔ خیر سے ان کی منگنی ہو چکی ہے اور ان کی منگیتر جولیا نے اس وقت تک شادی نہ کرنے کی قسم کھائی ہے جب تک یہ شکار وغیرہ جیسے فضول کام کرنا چھوڑ نہ دیں۔ اس چکر میں تین سال سے ان کی شادی التوا میں پڑی ہوئی ہے۔" وہ بڑا ہنس مکھ سا تھا۔ پیٹر کے گھورنے کے باوجود اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔ اس وقت بیرا چائے کی ٹرے اٹھائے چلا آیا۔ عبداللہ نے ٹرے اس کے ہاتھ سے لے کر آئلہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کسی خاتون کا بنیادی حق ہوتا ہے کہ ان کی موجودگی میں کوئی اور چائے نہ بنائے۔" وہ بڑی بے تکلفی سے بولتا شاید اس کی جھجک کم کرنا چاہ رہا تھا۔

اسے وہ سب ہی بہت اچھے لگے تھے۔ پڑھے لکھے مہذب اور شائستہ اطوار کے مالک وہ اپنی پلیٹ رکھ کر کپوں میں چائے ڈالنے لگی۔ عبداللہ اب پیٹر سے کسی بات پر بحث کر رہا تھا۔

"ایک تو مجھے آدھی رات کو سوتے سے اٹھا دیا۔ اوپر سے برائی پھر بھی مجھے ہی ملنی تھی۔" وہ پتا نہیں کس موضوع پر بات کر رہے تھے۔

"ساڑھے چار بجے کو تم آدھی رات کہہ رہے ہو۔" مائیکل نے اسے گھورا تو وہ آئلہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"آپ کا کیا خیال ہے ساڑھے چار بجے صبح ہو جاتی ہے۔" وہ شاید سونے کا بہت ہی شوقین تھا۔ جواب میں وہ صرف مسکرا ہی سکی اور سب سے پوچھ کر ان کے کپوں میں چینی ڈال کر سرو کرنے لگی۔ سب سے آخر میں اس نے اپنے برابر بیٹھے شخص کی طرف کپ سرکا دیا بغیر چینی ملائے اور پھر خود بھی کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

"ہم سب کا تعارف تو ہو گیا آپ نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" پیٹر نے جو کافی دیر سے اسے بغور دیکھ رہا تھا کہا تو باقی سب بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سوائے اس کے جو اسے اپنے ساتھ لا کر اب اس سے قطعاً" لاتعلق ہو چکا تھا۔ بڑے اطمینان سے بیٹھا وہ سالٹس کے اوپر مارملیڈ لگا رہا تھا۔

"میرا نام آئلہ ہے۔ پاکستانی ہوں۔ میں نے ٹیکسٹائل انجینئرنگ کی ہے۔ پڑھائی سے فارغ ہوئی تو گھومنے پھرنے اپنے چچا کے پاس کینیا آئی ہوئی ہوں۔" وہ اتنی دیر میں پہلی مرتبہ اتنا طویل جملہ بولی تھی۔ وہ سب ہی بغور اسے سن رہے تھے۔

"اچھا تو شکار آپ کا شوق ہے۔" مائیکل جو خاصا کم گو لگ رہا تھا پہلی مرتبہ اس سے مخاطب ہوا۔ ہارون نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ چھپانے کے لیے فوراً" چائے کا کپ منہ سے لگا لیا۔ اسے بغیر دیکھے بھی پتا تھا کہ وہ اس بات پر مسکرایا ہے۔ اس کے جواب دینے سے پہلے ہی مائیکل نے دوبارہ بولنا شروع کر دیا۔

"اچھی بات ہے۔ لڑکیوں کو بھی اس طرف آنا چاہیے۔ جب لڑکیاں دنیا کے ہر پروفیشن میں چلی گئی ہیں تو شکار میں کیا مضائقہ ہے لڑکیوں کو بہادر ہونا چاہیے۔" وہ اسے تردید کرنے کا موقع دیے بغیر بولے چلا گیا۔ پھر اپنے دوستوں کی طرف رخ کرتے ہوئے بولا۔

"تم لوگوں کو وہ انڈیا والا قصہ یاد ہے۔" وہ شاید کسی پرانی بات کا حوالہ دے رہا تھا جواب میں وہ سب ہی کچھ یاد کر کے ہنس پڑے۔ وہ اپنے آپ کو ان دوستوں کی محفل میں کچھ مس فٹ سا محسوس کرنے لگی۔ عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

"آئلہ شاید بور ہو رہی ہیں۔" ہارون نے اس کی بات پر توجہ دیے بغیر مائیکل کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی جو کہ کسی شاندار کارنامے سے متعلق تھی۔ وہ اس کی بات پر مسکرا کر بولی۔

"نہیں میں بور نہیں ہو رہی۔"

"چلیں اگر آپ بور نہیں ہو رہیں تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ ویسے آپ کی دلچسپی کی خاطر میں آپ کو وہ قصہ سنا سکتا ہوں جس کا ابھی مائیکل ذکر کر رہا تھا ہوا یوں کہ دو سال پہلے ہم لوگ شکار کے لیے انڈیا گئے تھے۔ شکار سے واپسی پر ہمیں تین امریکی لڑکیاں ملیں جو شاید وہاں تفریح کی غرض سے آئی تھیں اور کسی وجہ سے راستہ بھٹک کر وہاں پہنچ گئی تھیں۔ تینوں کی تینوں ایک نمبر کی ڈرپوک۔ ہم نے انہیں لفٹ دی۔ وہاں خوب ہی تماشے ہوئے تھے۔ یہ ہارون صاحب تو ان بے چاریوں کے جانی دشمن بن گئے تھے۔ ہم لوگوں سے الگ ناراض کہ انہیں لفٹ دینے کی ضرورت کیا تھی۔ ان تینوں میں سے ایک کچھ زیادہ ہی بزدل تھی۔ اسی کے ساتھ سب سے زیادہ حادثات پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ تو اس کے پاؤں پر بچھو چڑھ گیا اور بجائے اس کی مدد کرنے کے یہ آرام سے دور بیٹھا تماشا دیکھتا رہا وہ تو میں وہاں پہنچ گیا۔ اصل میں اسے ڈرپوک اور بزدل لڑکیاں بڑی بری لگتی ہیں۔ دوسری دفعہ بے چاری کی شامت آئی اس نے غلطی سے اس کے کیمرہ کو ہاتھ لگا لیا تو یہ اس پر چڑھ دوڑا مجھ سے پوچھے بغیر میری چیزوں کو ہاتھ لگایا کیسے۔" اس کے برابر بیٹھے بندے نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔ عبداللہ بڑے مزے سے اسے تمام قصہ سنا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ سنانے کے ساتھ ساتھ وہ تمام باتیں یاد کر کے خود بھی انجوائے کر رہا ہے۔ پیٹر بھی مسکرا رہا تھا۔

وہ ابھی شاید کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ ہارون نے مائیکل سے توجہ ہٹا کر اس سے اردو میں کہا۔

"تمہیں چلنا نہیں ہے کیا۔ جلدی ناشتا ختم کرو۔" اور اس کے بلاوجہ ناراض ہونے پر حیران رہ گئی کہ ناشتا تو وہ کب کا کر چکی تھی اور اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے اردو میں بولنے پر وہ تینوں احتجاجاً" چیخ اٹھے تھے۔

"یہ فاؤل ہے۔ ہمیں بتاؤ ابھی تم نے کیا کہا ہے۔" وہ جواب میں بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولا۔

"تم لوگوں کے مطلب کی بات نہیں تھی۔"

"دیکھا اس غدار کو۔" عبداللہ نے دانت پیسے۔

"اپنا ہم وطن ملا تو کیسے ہم لوگوں سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔" پھر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"آئلہ آپ بتائیں ابھی اس نے کیا کہا تھا۔ مجھے شک ہے اس نے ہماری کوئی برائی ہی کی ہوگی۔" اسے خوامخواہ گھسیٹا گیا تو وہ کچھ پریشان سی ہو گئی اور بولی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ چلنے کے لیے کہہ رہے تھے۔" اس نے جھگڑا ختم کروانے کی کوشش کی۔ پھر وہ چاروں آپس میں آئندہ کا پروگرام طے کرنے لگے وہ خاموش بیٹھی دیواروں کو تکتی رہی۔ ان لوگوں کے مذاکرات ختم ہوئے اور وہ چاروں کھڑے ہوئے تو آئلہ بھی کھڑی ہو گئی۔ ان لوگوں سے قصداً" تھوڑا پیچھے چلتے ہوئے وہ ان لوگوں کی باتیں سنتی خاموشی سے چل رہی تھی۔ جب اس نے پیٹر کی آواز سنی۔ وہ اپنے دوستوں کو چھوڑ کر اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

"میں آپ سے کچھ کہوں اگر آپ میری بے تکلفی کا برا نہ منائیں تو۔" وہ پتا نہیں کیا کہنا چاہتا تھا جس کے لیے اجازت طلب کر رہا تھا۔ اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔

"جی کہیے۔"

"آپ کو شاید خود بھی نہیں معلوم کہ آپ بغیر کسی ہتھیار کے بہت بڑی اور مشکل جنگ جیت چکی ہیں۔" وہ ان نہ سمجھ میں آنے والے فقروں پر رک کر

اس کی طرف دیکھنے لگی تو وہ بھی رک گیا اور بولا۔

"یہ جو میرا دوست ہے ناں اسے فتح کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ بڑے بڑے لوگ اس محاذ پر شکست کھا چکے ہیں۔" اس کی بات پر وہ کچھ پزل سی ہو گئی اور خوامخواہ انگلیاں چٹخانے لگی۔ وہ اس کے گھبرائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا۔

"میں یہ بات آپ سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے وہ یہ بات آپ سے کبھی نہیں کہے گا۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ بہت گہرا اور مشکل پسند ہے۔ اسے سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ وہ تو شاید کبھی میرے سامنے بھی نہیں کھلے گا۔ حالانکہ اسے پتا ہے کہ میں سب جان چکا ہوں مگر منہ سے قبولے گا نہیں۔"

اس سے سر اٹھا کر پیٹر کی طرف دیکھا بھی نہیں جا سکا بمشکل جھکے سر سے بولی۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتا بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"آپ ایک بہت اچھی لڑکی ہیں اور اگر آپ اسے میری جانب داری نہ سمجھیں تو میں کہوں گا کہ میرے دوست کی پسند بری ہو ہی نہیں سکتی۔ جو لڑکی بڑی خاموشی سے اس کا خیال رکھتی ہو اس سے پوچھے بغیر اسے بغیر چینی کی چائے پیش کرتی ہو وہ یقیناً "بہت اچھی ہو گی۔" اس کا شرم سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر وہ ہنس پڑا اور بولا۔

"میرا دوست بہت اچھا ہے، بہت محبت کرنے والا۔ جو ایک دفعہ اسے سمجھ لے اسی کا ہو جاتا ہے۔ اچھی لڑکی اس بات کو انا کا مسئلہ بنا کر اپنے اور اس کے لیے پریشانیاں مت کھڑی کرنا کہ وہ اظہار کرے۔ ابھی وہ تمہیں چھوڑنے جائے گا تو صرف میری خاطر ہی تم پہل کر دینا پلیز۔" وہ اس کی تمام باتوں کی تردید کر دینا چاہتی تھی اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ بالکل غلط سمجھ رہا ہے۔ وہ اس کے تاثرات کو سمجھ کر بولا۔

"میں صرف اس کا ہی نہیں تمہارا بھی دوست ہوں۔ لہٰذا مجھ سے جھوٹ مت بولو۔"

وہ لوگ جو مرکزی دروازے تک پہنچ چکے تھے۔ ان دونوں کو ست قدموں سے آتا دیکھ کر وہیں رک گئے۔ قریب پہنچے تو مائیکل بولا۔

"کیا ہوا کہاں رہ گئے تھے۔" جواب میں پیٹر مسکرایا اور بولا۔

"میں آئلہ کو یہاں کا تاریخی پس منظر بتا رہا تھا۔"

"لو یہ بھی کوئی موقع ہے تاریخ کھنگالنے کا۔" عبداللہ چڑ کر بولا۔ پھر ہارون سے مخاطب ہوا جو بڑی خاموشی سے ایک نظر پیٹر پر اور ایک آئلہ پر ڈال کر اب بڑی لاپروائی سے کھڑا تھا۔

"ہارون جلدی واپس آنا۔ میں اس سڑے ہوئے ہوٹل میں پڑے پڑے بری طرح بور ہو گیا ہوں۔" وہ اس کی بات پر سر ہلاتا جیپ میں سوار ہوا تو آئلہ نے بھی ان لوگوں سے الوداعی کلمات کہے اور جیپ میں بیٹھ گئی۔ پیٹر کی طرف دیکھنے سے اس نے گریز کیا تھا۔ وہ لوگ ہاتھ ہلا کر گرم جوشی سے اسے الوداع کہہ رہے تھے۔ جیپ اسٹارٹ ہوئی تو اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا وہ لوگ ابھی بھی وہیں کھڑے تھے۔

وہ اپنی تمام توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کیے ہوئے تھا اور وہ کھڑکی سے شہر کی رونق اور چہل پہل دیکھ رہی تھی۔ یونہی ڈرائیو کرتے کتنا ہی وقت گزر گیا مگر دونوں میں کوئی بھی کچھ نہ بولا۔ وہ اپنی منزل کے قریب پہنچ گئی تھی۔

"ایڈریس بتاؤ۔" بڑی دیر بعد خاموشی کا پردہ چاک کرتی اس کی آواز سنائی دی تو وہ اسے ایڈریس بتانے لگی۔ گھر پہنچنے کی خوشی میں وہ دیگر تمام باتیں بھول گئی۔ زندگی کے کتنے ہی عجیب و غریب تجربات سے گزرتی وہ واپس اپنے اصل کی طرف لوٹ رہی تھی۔

جیپ اس کے بتائے مطلوبہ مکان کے سامنے رکی تو وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر اتر آئی اور بھاگتے ہوئے بیل پر جو ہاتھ رکھا تو ہٹانا ہی بھول گئی۔ وہ جیپ میں بیٹھا اس کا والہانہ انداز دیکھ رہا تھا۔ گیٹ کھول کر رحمت نے اسے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑا۔

"[illegible] آ گئیں۔ شکر ہے خدایا، سب لوگ کس [illegible] تھے۔ آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔" وہ ایک [illegible] کتنی ہی باتیں کر گیا اور وہ بغور اس کے [illegible] کی طرف دیکھتی رہی جس پر کسی انتہائی شدید [illegible] کے گزر جانے کا تاثرات نظر نہ آئے تو اس [illegible] سانس لیا اور بولی۔

"[illegible] ٹھیک ہوں۔ لیلیٰ اور دانش کیسے ہیں۔" [illegible] کے تاثرات نے حوصلہ بخشا تھا ہو وہ [illegible] کے متعلق پوچھنے لگی۔

"[illegible] ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں۔ بی بی اور [illegible] ہی ہاسپٹل گئے ہوئے ہیں۔ ویسے وہ [illegible] ہیں۔" وہ اسے ہاسپٹل کے نام پر پریشان [illegible] کر فوراً وضاحت کرنے لگا۔ یہاں سے [illegible] خیر خیریت کو ملی تو اسے اچانک اس کا خیال آیا [illegible] اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنی [illegible] ہوا کیا سوچا ہوگا اس نے میرے [illegible] میں کتنی احسان فراموش اور مطلب [illegible] لڑکی ہوں۔ وہ تیزی سے اس کی طرف آئی اور [illegible]

"آپ اندر آئیے ناں۔"

"[illegible] پتا تو ہے وہاں وہ لوگ بیٹھے میری جان کو رو [illegible] گے۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکرا کر بولا اور [illegible] نے اس کی مسکراہٹ کو بغور دیکھا۔ وہ کتنی دیر [illegible] معمول کے مطابق بات کر رہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے پھر خدا حافظ۔" وہ جیپ اسٹارٹ [illegible] لگا تو وہ اسے روکنے لگی۔

"اتنی لمبی ڈرائیو کر کے آپ بغیر کسی ریسٹ کے [illegible] واپس جا رہے ہیں تھوڑی دیر تو اندر آجائیں [illegible]۔" وہ اس کے اصرار کے جواب میں نفی میں سر [illegible]۔

"ابھی مجھے واپس جا کر بہت سے کام نمٹانے ہیں۔ [illegible] سب پتا تو ہے۔" وہ اندر آنے پر آمادہ نظر نہیں [illegible] تھا۔ پھر اس کے چہرے پر گہری نظر ڈالتا بولا۔

"تم میری بنائی اس مہم کی ویڈیو اور اس کی تفصیلی رپورٹ نیشنل جیوگرافک پر ضرور دیکھنا اور باقی داوے یہ ٹائمز کے انٹرویو کی طرح کا کوئی قصہ نہیں ہے۔ میں نے بڑی ہی زبردست ویڈیو بنائی ہے اور ابھی مجھے واپس جا کر اس کی رپورٹ تیار کرنا ہے۔" ایک ناگوار خاطر بوجھ اور زبردستی گلے پڑی ذمہ داری سے نجات حاصل کرنے پر وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کے خوشی سے چمکتے چہرے کو دیکھ کر چپ کھڑی رہ گئی۔ وہ اس کی خاموشی سے لاتعلق بڑی خوشی اور طمانیت سے مسکرا کر بولا۔

"تمہارے لیے میں دعا کروں گا کہ ایک دن تم ٹیکسٹائل کے شعبے میں اتنا اونچا مقام حاصل کرو کہ بی بی سی پر تمہاری بائیوگرافی نشر ہو سکے۔"

وہ یوں بول رہا تھا جیسے اب آئندہ اس سے کبھی بھی کہیں ملنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یہ ان کے مابین آخری ملاقات ہے جس میں ایک دوسرے کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسے اپنی آنکھوں میں کچھ چبھتا ہوا محسوس ہوا۔ خود کو سنبھالتی وہ بمشکل مسکرا سکی اور بولی۔

"میں نے اتنے دن آپ کو بہت ستایا بہت پریشان کیا اور آپ نے مجھے برداشت کیا میرا اتنا خیال رکھا۔" وہ خود کو کمپوز کرتی رسمی فقرے ادا کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ بول پڑا۔

"اگر تم فارملٹی نبھانے کی کوشش کر رہی ہو تو آئم سوری میں جواب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تو میرا فرض تھا یا اٹس مائی پلیژر، کیونکہ یہ سب کچھ اتنا Pleasant بھی نہیں تھا۔" وہ اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں ہنستے ہوئے بول رہا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا اور آئندہ تفریحی دوروں پر نکلتے وقت جگہ کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا۔ خدا حافظ۔" اس کا جواب سنے بغیر وہ جیپ اسٹارٹ کرتا تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے کھڑی اپنے سے لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی اس جیپ کو دیکھ رہی تھی۔

"تو پھر یہ طے ہے کہ یہ چہرہ اب مجھے عمر بھر کبھی نظر نہ آئے گا۔ ہر چہرے میں، میں اس چہرے کی شبیہ

ڈھونڈوں گی اور وہ چہرہ دنیا کے ہجوم میں کھو جائے گا میں اسے کبھی تلاش نہیں کر پاؤں گی۔" وہ تھکے تھکے قدموں سے اندر چلی آئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس کا صدقہ اتارا گیا۔ شکرانے کے نوافل ادا کیے گئے اس کی زندہ سلامت بخیر و عافیت واپسی پر سب نے شکر ادا کیا تھا۔ خاص طور پر چچی جان جنہیں پرائی بچی کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ اپنی بیٹی اور داماد سے زیادہ انہیں اس کی فکر تھی۔

"وہ تو خیر گزری جو اتنے دنوں میں پاکستان سے کوئی فون وون نہیں آیا۔ ورنہ تمہارے بارے میں میں کیا کہتی" چچی جان گزرے واقعات پر ابھی تک شاک کی کیفیت میں تھیں۔

لیلیٰ اور دانش کے کافی شدید چوٹیں آئی تھیں۔ بیٹی کو اتنے برے حالوں میں پڑے دیکھ کر چچی جان نے فی الوقت ڈانٹ پھٹکار کا پروگرام ملتوی کر دیا تھا مگر یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے یہ بات آنکہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اور اس کے خیالات کی تصدیق چچی جان نے اس روز ہاسپٹل سے گھر واپس آتے وقت گاڑی میں کر دی۔

"بہت ہو گئیں اس لڑکی کی بے سر و پا حرکتیں۔ خود تو خود سری دکھاتی ہی ہے دوسروں کو بھی اپنے ساتھ مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ بس اب اس کی رخصتی کروا رہی ہوں میں۔ پھر یہ جانے اور اس کے سسرال والے۔ چاہے تو خلاؤں پر جائے یا سمندر کی تہ میں میری بلا سے۔ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں اور تمہارے چچا میاں تو بھائی اور بھائی جان کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہتے۔" وہ لیلیٰ کی حمایت میں کچھ بول کر ان کے غصے کو دو آتشہ نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے چپ بیٹھی ان کا غصہ ملاحظہ کرتی رہی۔

پندرہ بیس روز ہاسپٹل میں رہ کر وہ لوگ گھر واپس آئے تو اس نے بھی رخت سفر باندھا بھابی نے فون کر کر کے ناک میں دم کر دیا تھا۔

"تمہارے بغیر دل نہیں لگ رہا جلدی سے واپس آجاؤ۔ مونی کی برتھ ڈے آنے والی ہے آخر تم کب آؤ گی۔" اگرچہ کہ مونی کی برتھ ڈے میں ابھی پورے دو ماہ باقی تھے۔ اسے جانے کی تیاری کرتے دیکھ کر لیلیٰ اس سے لڑنے لگی۔

"اتنی جلدی واپس جا رہی ہو۔ ابھی تو ہم لوگوں نے ساری باتیں بھی نہیں کیں۔ میں نے تم سے تمہارے اوپر گزرے حالات بھی صحیح سے نہیں سنے۔" وہ اسے اپنے اوپر گزرے حالات سنانا بھی نہیں چاہتی تھی اس لیے مسکرانے پر اکتفا کیا۔ جبکہ چچی جان نے اتنے دنوں کی خاموشی کے بعد بیٹی کو تند نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"پہلے ہی تمہاری کرم نوازیوں کے مزے وہ اچھی طرح اٹھا چکی ہے۔ اسے جانے دو۔ میں چاہتی بھی نہیں ہوں کہ اس کے اوپر تمہارا سایا بھی پڑے اور یہ تمہاری طرح خود سر اور ضدی بنے۔" اس بار کیونکہ معاملہ زیادہ ہی سنگین ہو گیا تھا چنانچہ چچا میاں بھی چچی جان کے ہمنوا نظر آ رہے تھے اور لیلیٰ بے چاری کی عنقریب آنے والی شامت کا سوچ کر اسے ابھی سے ہنسی آ رہی تھی۔ روانگی سے قبل اکیلے میں چچی جان نے اسے سمجھایا تھا۔

"ہمارے ہاں کے لوگوں کی ذہنیت بہت خراب ہے۔ ان تمام باتوں کا ذکر لیلیٰ سمیت کسی سے بھی مت کرنا۔ لڑکیوں کے لیے کہیں کوئی معافی نہیں ہوتی ذرا سی بات ان کے کردار پر دھبا بن جاتی ہے۔ بھابھی کو بتانا چاہو تو بتا دینا باقی نہ کسی دوست کو نہ کسی اور کو۔" وہ چچی جان کو پہلے ہی روز اپنے جنگل میں قیام اور ہارون کے بارے میں مختصر لفظوں میں بتا چکی تھی۔ ان کی بات اس نے پلو سے باندھ لی اور کسی اور سے تو کیا امی سے بھی ان تمام واقعات کو کوئی ذکر نہیں کیا۔

وہ واپس آ گئی تھی ایک بدلی ہوئی شخصیت میں ڈھل کر۔ لیلیٰ کی طرح جان محفل تو وہ پہلے بھی کبھی نہیں رہی تھی مگر اپنے قریب ترین لوگوں کے لیے وہ بے حد زندہ دل اور خوش مزاج لڑکی تھی۔ اس کی اس

[illegible] نے محسوس کیا تھا سب کے بارہا [illegible] نہ کر پائی۔

"[illegible] خیال ہے میں اب بڑی ہو گئی ہوں۔ اس [illegible] تھوڑا سا سوبر اور میچیور ہو ہی جاتا [illegible]

[illegible] کے محض دو ماہ بعد لیلیٰ کی رخصتی کر [illegible] اس بے چاری کے لاکھ واویلا مچانے پر [illegible] اس پر رحم نہ کھایا تھا۔ وہ دلہن بنی لیلیٰ کی [illegible] تصویریں دیکھ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔ [illegible] ہاتھ اس نے ایک طویل ناراضگی سے [illegible] ایا تھا جس میں شادی میں شرکت نہ [illegible] دھمکیوں اور گالیوں سے نوازا گیا تھا۔ [illegible] ت کر کے چچا میاں کو وہاں تنہائی کچھ زیادہ [illegible] لگی تھی۔ لہٰذا انہوں نے پاکستان واپسی کی [illegible]

[illegible] رہ لیے دیار غیر میں۔ اپنا وطن پھر اپنا ہوتا [illegible] انہوں نے فون پر ابو سے کہا تھا اور پھر اپنا تمام [illegible] اپ کر کے وہ یہیں کراچی میں سیٹل ہو [illegible]

[illegible] بڑی سبک رفتاری سے گزر رہے تھے۔ کبھی [illegible] لگتا جیسے اس نے کوئی خواب دیکھا تھا۔ وہ [illegible] کہیں خوابوں میں ملا تھا اور آنکھ کھلنے پر اس [illegible] دیا تھا۔ رات کی تنہائی میں بے اختیار [illegible] اس نے اکثر سوچا تھا کہ وہ کسی اور ہی دنیا کا [illegible] کر اس کی زندگی میں آیا اور پھر واپس اپنی [illegible] گیا۔ کیا اس نے کبھی سوچا ہو گا کہ کہیں [illegible] پاگل لڑکی آج بھی اس کے لیے آنسو برساتی [illegible] شاید اسے بھول بھی گیا ہو گا اور اگر کبھی [illegible] توں کی محفل میں بیٹھ کر کسی بات پر وہ اسے [illegible] کی تو اس نے بڑی لاپرواہی سے سر جھٹک [illegible] کا بڑی ہی بیوقوف اور بزدل لڑکی تھی جو [illegible] گلے پڑ گئی تھی۔ اور پھر وہ پتا نہیں [illegible] میں کیا سوچتا ہو گا۔ وہ اکثر خود سے سوال [illegible]

"تمہاری طرح مجھے بھی یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور وہ اس وقت دور کھڑا ہماری اس سوچ پر شاید ہنس رہا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن سے آپ ساری زندگی بھی ملتے رہیں اور خود کو ان سے بہت قریب بھی محسوس کرتے ہوں مگر در حقیقت آپ کے اور ان کے درمیان روز اول جیسی اجنبیت ہمیشہ برقرار رہے۔ وہ اپنے اور اپنے آس پاس موجود لوگوں کے درمیان ایک نظر نہ آنے والی دیوار بڑے غیر محسوس انداز میں حائل کیے رکھتا تھا اور سامنے والے کو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس دیوار کو پار کر جائے۔" اپنی ان تمام سوچوں سے گھبرا کر وہ بڑی بے بسی سے سوچتی کاش میں چچا میاں کے پاس نہ گئی ہوتی اور اگر چلی ہی گئی تھی تو اس روز لیلیٰ کے ساتھ نہ جاتی تو یہ نارسائی کا دکھ میرا ہمسفر نہ ہوتا۔

♥ ♡ ♡ ♥

امی صبح ہی سے بضد اسے چلنے کے لیے مجبور کر رہی تھیں اور وہ نہ جانے کے لیے سو طرح کے بہانے بنا کر انہیں منع کر چکی تھی۔ مگر ان کا اصرار اپنی جگہ قائم تھا۔ اس کے پیہم انکار پر آخر کار وہ خفا ہو گئیں تو مجبوراً "ان کو منانے کی خاطر وہ تیار ہونے لگی۔ اس کی تیاری دیکھ کر وہ نئے سرے سے ناراض ہونے لگیں تو اس کا موڈ بھی آف ہو گیا۔

"وہاں کیا کوئی فینسی ڈریس شو ہے۔ کسی ڈنر میں جانے کے لیے یہ کپڑے مناسب ہیں۔" وہ اپنے کلف لگے کاٹن کے سوٹ اور ہلکے پھلکے میک اپ سے مطمئن نظر آ رہی تھی۔

اس کی بات پر بھابی ہنس پڑی تھیں "میری جان آج وہاں فینسی ڈریس شو ہی ہے۔ آج تو وہاں بہت سی پریاں جلوہ افروز ہو رہی ہیں ویسے یہ پریاں روبینہ 'ڈپلیکس' بھابیز اور لیونگ ڈول وغیرہ کے ماہرانہ ہاتھوں کا کارنامہ ہوں گی۔" وہ بڑی شرارت سے ہنستے ہوئے بولیں تو اسے بھی ہنسی آ گئی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اس ڈنر کی تیاریاں تو ہفتے بھر سے جاری ہیں۔ پرسوں فاخرہ کا فون آیا تو بتا رہی

تھی میں آج ڈپلیکس گئی تو وہاں موموفیشل، منی کیور، پیڈی کیور پتا نہیں کیا کیا ایسے کروا رہی تھی جیسے کسی شادی میں جانا ہے۔"

بھابی فاخرہ کے انداز میں بول کر اسے بتانے لگیں تو امی بھی مسکرا دیں۔ بھابھی اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں۔

"میں بھی بن گئی اور بڑی معصومیت سے پوچھنے لگی کہ فاخرہ تمہارا وہاں کیسے جانا ہوا تھا۔ تو بے چاری ایک لمحے کو بوکھلا کر رہ گئی پھر کہنے لگی میں تو ہیئر کٹنگ وہیں سے کرواتی ہوں وہی کروانے گئی تھی۔"

بھابھی کی باتوں میں لگ کر امی کی توجہ اس کے حلیے پر سے ہٹی تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ بغیر موڈ کے جا رہی تھی اس لیے زیادہ تیار ہونے کا اس کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس کا موڈ مزید آف ہو گیا اپنی کزنز کی یہ سستی اور گھٹیا حرکتیں اسے بڑی ناگوار گزر رہی تھیں۔

"لڑکیوں کو کم از کم اپنی نسوانیت کا احترام تو کرنا چاہیے۔" وہ سب سے الگ تھلگ ایک ٹیبل پر بیٹھ گئی۔ امی اور بھابھی سب لوگوں سے ملنے ملانے میں لگی ہوئی تھیں۔ ساجدہ پھپھو جو ابو کی فرسٹ کزن تھیں بڑے طویل عرصے بعد وطن آئیں تو پورا خاندان ان کی خدمت میں لگ گیا۔ جن جن لوگوں کے گھروں میں کنواری دوشیزائیں موجود تھیں سب الرٹ ہو گئے۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اس تمام مقابلے بازی کی اصل وجہ پھپھو کا اکلوتا، خوبرو، جوان اور صاحب جائیداد بیٹا تیمور تھا۔ جو تمام زندگی لندن میں رہا تھا اور پہلی مرتبہ ماں کے ساتھ پاکستان آیا تھا۔ پھپھو کی بیٹے کے ساتھ آمد کے سب لوگوں نے یہی معنی نکالے تھے کہ وہ اکلوتے بیٹے کے سر پر سہرا سجانا چاہتی ہیں۔ آج انہوں نے سارے خاندان کو اور اپنے دیگر ملنے والوں کو پی سی میں ڈنر دیا تھا۔ جس میں شرکت کا اہتمام تمام لڑکیوں نے ایسے کر رکھا تھا جیسے مقابلہ حسن میں شریک ہو رہی ہوں۔ لڑکیاں ساری کی ساری تیمور کے گرد منڈلا رہی تھیں اور ان کی امیاں پھپھو کے گلے کا ہار بنی ہوئی تھیں۔ جس کسی سے پھپھو یا تیمور ہنس کر بات کر لیتے وہ خود کو فاتح سمجھنے لگتا۔ ڈنر کے وقت اس نے سنا اس کے برابر والی ٹیبل پر پھپھو کی سسرالی لڑکیاں بیٹھی تیمور ہی کو ڈسکس کر رہی تھیں۔

"تیمور ٹام کروز سے کتنا resemble کرتا ہے۔"

ان میں سے ایک بن کر بولی تو دوسری نے لقمہ دیا۔

"خالی شکل ہی کی کیا بات کر رہی ہو تم نے اس کی انگلش نہیں سنی۔ مائی گوڈ کتنی زبردست انگلش بولتا ہے تیمور۔ اس کے آگے تو مجھے بھی ڈکشنری کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ حالانکہ کونوینٹ میں اپنی تمام کلاس فیلوز میں میری انگلش سب سے اچھی تھی۔ اس کا accent کتنا اچھا ہے۔" آئلہ نے سر گھما کر اس لڑکی کو دیکھا جو سلیولیس فٹنگ کی شرٹ اور چوڑی دار پاجامے کے ساتھ دور جدید کے فیشن کے مطابق دوپٹہ پیچھے سے لا کر دونوں ہاتھوں میں پکڑے بیٹھی تھی۔ اس کی بات پر ایک اور لڑکی بے ساختہ بولی۔

"کیوں نہ ہو بھئی After all he is an oxford man۔"

ان لوگوں کی باتوں اور حلیوں سے بے زار وہ امی کے پاس آ کر چلنے کے لیے کہنے لگی تو وہ انکار میں سر ہلاتی بولیں۔

"کھانا کھاتے ہی چلے جانا کتنی بری بات ہے۔ ویسے بھی ابھی غزلوں کا پروگرام ہے۔ تھوڑا سا سن لیتے ہیں پھر چلیں گے۔"

امی کا غزلوں کے لیے انٹرسٹ اس کے لیے حیرانی کا باعث تھا۔ شاید دل ہی دل میں دیگر ماؤں کی طرح وہ بھی یہ چاہتی تھیں کہ یہ مقابلہ ان کی بیٹی جیت جائے اسے امی کی سوچ پر کچھ افسوس بھی ہوا اور غصہ بھی آیا تو ناراضگی میں سب سے آخر میں رکھی الگ تھلگ کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ اس جگہ اچھا خاصا اندھیرا تھا لوگوں کی نظروں سے دور وہ بے زاری سے بیٹھی وقت گزار رہی تھی جب کوئی اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" آئلہ نے اپنی کسی سوچ سے چونک کر برابر میں دیکھا تو وہ ٹام کروز کا ہم شکل آکسفورڈ مین اور تمام لڑکیوں کا سورج جس کے گرد وہ کسی سیارے کی طرح گردش کر رہی تھیں اسے دیکھ رہا تھا۔

بیٹھنے کے بعد اجازت مانگنے کا وہ کیا جواب دیتی اس لیے بنا کوئی جواب دیے دوبارہ سامنے دیکھنے لگی جہاں گلوکار اپنی سریلی آواز کا جادو جگا رہا تھا۔

ہاتھ دیا اس نے میرے ہاتھ میں
میں تو ولی بن گیا اک رات میں

وہ غزل کے بولوں کی طرف توجہ مرکوز کر رہی تھی جب وہ دوبارہ اس سے مخاطب ہوا۔

"آپ کو شاید غزلیں پسند نہیں۔ اس لیے بور ہو رہی ہیں۔" اسے خوامخواہ اس سے چڑ ہونے لگی جو زبردستی اس کے سر پر سوار ہو رہا تھا۔ محفل میں موجود تمام لوگوں کی توجہ غزلوں سے ہٹ کر اب اس کونے پر تھی جہاں وہ محفل کی جان ایک بڑی عام سی لڑکی جو ہرگز کسی غیر ضروری توجہ کے قابل نہیں تھی کے برابر بیٹھ کر تمام لوگوں کی امیدوں پر پانی پھیرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ اس کے جواب نہ دینے کا برا مانے بغیر بولا۔

"مجھے بھی غزلیں پسند نہیں ہیں البتہ یہاں کا فوک میوزک اچھا لگتا ہے۔"

"فوک میوزک پسند ہے اس لیے غزلیں سن رہے ہیں اگر غزلیں پسند ہوتیں تو شاید فوک سنتے۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی تو وہ بغیر برا منائے بڑی خوش دلی سے ہنس دیا اور بولا۔

"آپ جتنی خوب صورت ہو اتنی ہی ذہین بھی ہو اور مجھے ذہین لڑکیاں بہت اٹریکٹ کرتی ہیں۔"

وہ جہاں سے آیا تھا وہاں یہ بے باکی بڑی عام سی بات تھی۔ مگر یہاں جس سے یہ بات کہی گئی تھی وہ اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑی ہو گئی تو وہ بھی اٹھ گیا اور اس کے چہرے کے غصے اور ناراضگی کو حیرت سے دیکھتا ہوا کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہ فوراً اگلی نشستوں کی طرف بڑھ گئی جہاں امی وغیرہ بیٹھے تھے۔ اس نے تمام لوگوں کو بغور اپنی طرف دیکھتا پایا تو غصہ کچھ اور سوا ہو گیا۔ تمام لوگوں کے چہرے بجھے بجھے نظر آ رہے تھے۔ وہ لڑکیاں جو کچھ دیر پہلے بہت چہک رہی تھیں۔ روانی سے اپنی تمام گفتگو انگلش میں کر رہی تھیں اب جیسے اس جگہ سے بے زار ہو گئی تھیں۔ انگلش کی جگہ دوبارہ اردو نے لے لی تھی۔ وہ امی سے واپسی کے لیے بضد ہوئی تو انہیں اس کی ماننے ہی بنی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اگلا دن پورے خاندان کی لڑکیوں کے لیے بہت بڑا صدمہ لے کر آیا تھا۔ پھپھو اپنے لاڈلے کے لیے اس کا رشتہ مانگنے آئی تھیں۔ امی کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ لاڈلی بیٹی کے لیے جیسا شریک سفر انہوں نے سوچا تھا وہ اس سے بھی بڑھ کر تھا۔ بھابھی اسے گدگدا رہی تھیں، چھیڑ رہی تھیں۔

"اچھا تو جان کر اتنے سادے سے حلیے میں گئی تھیں تاکہ دوسروں سے منفرد نظر آسکو۔"

امی ابو نے رسمی طور پر سوچنے کے لیے وقت مانگا تھا جس کے بارے میں سب ہی کو یقین تھا کہ جواب ہاں ہی ہونا ہے۔

اس نے بھابھی کے سامنے اس رشتے سے انکار کیا تو وہ اسے ایسے دیکھنے لگیں جیسے اس کی دماغی حالت پر شک ہو۔

"تم پاگل واگل تو نہیں ہو گئیں۔ ارے خوش قسمتی تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے اور تم بیوقوفی کی باتیں کر رہی ہو۔ ایسا شاندار بندہ تو کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا ہے آکسفورڈ کا پڑھا ہوا قابل اور ذہین شخص جو بے حد خوب صورت اور دولت مند بھی ہو اس کے لیے کوئی پاگل لڑکی ہی انکار کر سکتی ہے۔ لندن کے میئر اور بڑے بڑے افسران تو اس کے ذاتی دوستوں میں سے ہیں۔ سرے محل سے بھی زیادہ عالیشان اس کا اپنا پیلس ہے، جس میں تم راج کرو گی۔"

اس کے انکار کی وہاں کوئی حیثیت نہ تھی سب ہی خوش تھے۔ اس کے چہرے کی اداسی شاید بے تحاشا خوشی میں کسی کو نظر بھی نہیں آرہی تھی۔ ان ہی دنوں لیلیٰ اور دانش شادی کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان آئے تو لیلی یہ خبر سنتے ہی سب سے پہلے اس سے ملنے چلی آئی۔

وہ اپنے کمرے میں تکیے میں منہ دیے پڑی تھی جب وہ عادت کے مطابق چیختی چلاتی اندر آئی اور آتے ہی اس کے منہ پر سے تکیہ کھینچتے ہوئے بولی۔

"بہت خوب ساری دنیا کو بے آرام کر کے خود آرام فرما رہی ہیں۔" وہ بڑی خوش نظر آ رہی تھی "تمہاری صلاحیتوں پر تو مجھے کبھی بھی شک نہیں تھا تم خود ہی اپنے آپ کو Under estimate کیا کرتی تھیں مجھے کہتی تھیں کہ میں آئے روز کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کیے رکھتی ہوں اور خود نے کیا زبردست کام کیا ہے۔ پورے خاندان کی لڑکیوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔ امیاں دوپٹے پھیلا پھیلا کر تمہیں بددعائیں دے رہی ہیں۔" وہ اپنی بات کو انجوائے کر کے خود ہی ہنسنے لگی پھر بولی۔

"آج کل تمہیں ہچکیاں تو خوب آتی ہوں گی؟" اچانک اس کی نظر اس کے روئے روئے سے چہرے پر پڑی تو وہ چپ ہو کر غور سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے آئلہ تم خوش نہیں ہو۔" اس نے کوئی جواب نہ دیا اور سر جھکا کر بیٹھی رہی تو وہ اس کا سر اوپر اٹھا کر بولی۔

"تم روئی تھیں؟" وہ اپنے آنسو اس وقت لیلیٰ سے بھی چھپانا چاہتی تھی اس لیے اس کا ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہونے لگی تو وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ جما کر بولی۔

"بڑے افسوس کی بات ہے میں نے آج تک تمہیں اپنی سب سے اچھی دوست سمجھا اپنی ہر بات تم سے شیئر کی اور تم نے جواب میں میرے ساتھ کیا کیا۔ جلدی بتاؤ تم نے کون کون سے باتیں مجھ سے چھپائی ہوئی ہیں۔ ورنہ ابھی اور اسی وقت میں بچپن کی اس دوستی پر لعنت بھیج کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

اور وہ پتا نہیں کب سے ایک کاندھے کی متلاشی تھی جس پر سر رکھ کر رویا جا سکے۔ اس کے کندھے پر سر ٹکا کر وہ روتی ہوئی بولی۔

"لیلی میں یہ منگنی نہیں کرنا چاہتی۔ پلیز اسے رکوا دو۔ تم تو کچھ بھی کر سکتی ہو۔" اس نے اسے رونے دیا دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو وہ خاموشی سے ویسے ہی اس کے کندھے سے لگی بیٹھی رہی۔ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی بڑے پیار سے بولی۔

"آئلہ تم مجھ سے شیئر نہیں کرو گی۔ جو بھی تمہارے دل میں ہے وہ سب مجھ سے کہہ دو۔"

"لیلیٰ وہ بہت اچھا تھا۔ اس جیسا اچھا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ جیسے اس سے سرگوشی میں بول رہی تھی۔ جواب میں اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی۔

"ظاہر ہے وہ اچھا ہو گا۔ اچھا تھا تب ہی تو تمہیں پسند آیا۔"

"وہ شاید تیمور کی طرح ہینڈسم نہیں تھا' ہو سکتا ہے اس کی طرح qualified اور دولت مند بھی نہ ہو۔ مگر میرے لیے وہ دنیا کا سب سے اچھا انسان تھا۔ محبت یہ تو نہیں ہوتی کہ آپ کسی کی شکل صورت' دولت یا اسٹیٹس سے متاثر ہو جائیں محبت تو یہ ہوتی ہے کہ آپ ان تمام چیزوں کے بغیر کسی کو چاہیں۔" وہ دھیرے دھیرے اپنی دوست کے آگے کھل رہی تھی اور وہ اسے بغور سن رہی تھی۔

"میں پورے تین دن اس کے ساتھ رہی' آج سوچوں تو ایسا لگتا ہے زندگی وہی تھی جس میں وہ ساتھ تھا۔ یہ جو گزر رہی ہے یہ تو جیسے کوئی سزا ہے۔"

وہ جیسے کہیں کھو سی گئی تھی۔ لیلی نے اسے ٹوکا نہیں خود سے کچھ پوچھا بھی نہیں بس خاموشی سے اسے سنتی رہی۔

"بظاہر بہت اکھڑ اور بے مہر مگر درحقیقت بہت حساس اور ہمدرد وہ عام لوگوں جیسا نہیں تھا۔ وہ شاید اس دنیا کا باسی ہی نہیں تھا۔ ایک ویران جنگل میں'

[illegible] اس کے ساتھ رہی۔ اس کی دسترس میں کون [illegible] رکھنے والا وہ جو چاہے میرے ساتھ [illegible] مگر اس نے کبھی ایک مرتبہ بھی میری [illegible] نظروں سے نہیں دیکھا اس کی نگاہوں میں [illegible] ہمیشہ احترام اور پاکیزگی دیکھی کیا کوئی [illegible] ہے۔ اتنا باکردار اور شریف النفس۔ [illegible] میں اس کی کچھ بھی نہیں مگر وہ میری [illegible] میں کوئی کانچ کی گڑیا ہوں جو ذرا [illegible] کرچی کرچی ہو جائے گی۔ کوئی کسی [illegible] جان کو خطرے میں نہیں ڈالتا اس نے [illegible] میری حفاظت کی اس طرح جیسے [illegible] ہوں۔ میرے لیے اس نے اپنا [illegible] طرح بہا دیا مگر مجھ پر کوئی آنچ نہ آنے [illegible] اس کی آنکھوں سے دوبارہ آنسو [illegible] نے اپنے کندھے پر دھرا اس کا سر [illegible] کے پیالے میں اس کا چہرہ تھام کر اس [illegible] کرتی بولی۔

[illegible] اتنا اچھا تھا تمہارا اتنا خیال بھی رکھتا تھا تو [illegible] اچانک بچھڑ گیا کہیں کھو گیا۔"

[illegible] اچانک نہیں۔ ہم نے باقاعدہ ایک [illegible] کیا تھا۔" وہ بڑے دکھ سے بولی تو [illegible] سے اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی [illegible] کوشش کر رہی ہو۔

[illegible] مجھ سے محبت نہیں تھی۔ وہ تو صرف [illegible] میں میرا خیال رکھتا تھا۔ اسے تو [illegible] بہادر لڑکیاں پسند تھیں۔ کبھی کبھی [illegible] کتنی خوش قسمت ہو گی وہ لڑکی جسے [illegible] رفاقت نصیب ہو گی' میں اس لڑکی [illegible] کرتی ہوں۔"

[illegible] اس بات پر لیلیٰ نے اپنا سر پیٹ لیا "یعنی [illegible] یک طرفہ محبت کا سوگ منا رہی ہو۔ [illegible] صدی ہے جس میں کوئی کسی کے [illegible] نہیں کرتا اور تم اپنی ون سائیڈڈ محبت کا غم منا [illegible]"

لیلیٰ کی اس بات پر وہ جیسے بپھر گئی تھی "کیا ہے یہ اکیسویں صدی۔ کیا اکیسویں صدی کے انسان کو چوٹ لگے تو درد نہیں ہوتا۔ کیا اکیسویں صدی کا انسان خوشی' دکھ' درد' غم' حسد' رشک' انتقام محبت اور نفرت ان تمام جذبات سے دستبردار ہو گیا ہے۔ سائنسی ترقی کو انسانی جذبات سے منسلک مت کرو۔ انسان بھی وہی رہے گا اور اس کے جذبات بھی وہی رہیں گے چاہے وہ اکیسویں صدی ہو یا بائیسویں۔"

وہ اس کے مقررانہ انداز پر ہنس پڑی اور بولی۔

"او کے آئی ایگری' تمہاری بات درست ہے۔ مگر تم یہ تو کر سکتی تھیں کہ اس سے اپنی محبت کا اظہار کر دیتیں۔"

"میں تھوڑا سا بولڈ ہو کر ایسا کہہ ہی دیتی اور اگر وہ جواب میں کہہ دیتا کہ میری ہمدردی کو آپ نے بڑے غلط انداز میں لیا ہے۔ میرے خلوص اور اخلاق کے جو معنی آپ نے نکالے ہیں اور جو امیدیں مجھ سے وابستہ کی ہیں آئم سوری میں وہ پوری نہیں کر سکتا تو میں اس کے سامنے جو اپنا بھرم کھوتی سو کھوتی خود اپنی نظروں سے بھی ہمیشہ کے لیے گر جاتی۔" وہ اپنے آنسو صاف کر کے بڑی بوجھل سی آواز میں بولی تو لیلیٰ اس کے دکھ کو محسوس کرتی ہوئی قدرے افسردگی سے بولی۔

"ایک ایسا شخص جس کے بارے میں تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ وہ تم سے محبت کرتا بھی تھا یا نہیں اور جو تم سے کھو بھی گیا ہے۔ کیا اس سے بہتر وہ نہیں جو بڑے خلوص سے تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔ جس نے تم تک آنے کے لیے درست راستے کا انتخاب کیا ہے۔ ہمیں زندگی میں بہت سی چیزیں اور بہت سے لوگ اچھے لگتے ہیں ضروری تو نہیں اچھی لگنے والی ہر چیز آپ کو مل بھی جائے۔ زندگی اس کا نام ہے۔ ہمیں اکثر وہ زندگی گزارنی پڑتی ہے جیسی ہم گزارنا چاہتے نہیں ہیں۔ تم تو بہت خوش قسمت ہو اس نے کتنی لڑکیوں میں سے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ تمہارا ساتھ مانگا ہے۔ یقین کرو چاہنے سے زیادہ چاہے جانے کا احساس خوش کن ہوتا ہے۔ آپ کسی کے لیے بہت

اہم ہیں اس کی خوشیاں اور غم آپ سے وابستہ ہیں یہ احساس کتنا روح پرور اور دل پذیر ہوتا ہے یہ بات جب تم جانو گی تو میری تمام باتیں تمہیں درست لگنے لگیں گی۔" وہ اس کی غمگسار اور رازدار بڑے پیار سے اسے سمجھا رہی تھی' بہلا رہی تھی۔ پھر کتنی ہی دیر وہ اسے سمجھاتی رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تو ایسا لگا کہ دل کے دروازے تو شاید وہ اب بھی کسی کے لیے نہ کھول سکے مگر زندگی اگر اسی کا نام ہے تو یوں ہی سہی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس بے حد حسین' آکاش کی طرح بلند اور چاند کی طرح روشن شخص کے پہلو میں بیٹھی اپنی عزیز از جان دوست کے لیے لیلیٰ نے بڑے خلوص کے ساتھ دائمی خوشیوں کی دعا مانگتے اس کی پیشانی چومی تھی۔ شاید یہ اس کے برابر بیٹھے شخص کا اعجاز تھا کہ وہ ایک دم تمام لوگوں کو خود سے بہت بلند کوئی ماورائی مخلوق نظر آنے لگی تھی۔ گہرے کلر کے خوب بھاری اور نفیس کام سے مزین خوب صورت گھاگرے میں وہ کوئی اپسرا نظر آرہی تھی۔ ہر کوئی اس کی خوش بختی پر حیران تھا۔ کچھ چہروں پر حسد تھا' کچھ میں رشک اور کچھ میں محبت۔ وہ ان تمام باتوں سے بے نیاز سر جھکائے بیٹھی تھی اور اس کے برابر بیٹھا وہ یوں خوش نظر آرہا تھا جیسے کوئی خزانہ اچانک ہی اس کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اسے وہ بے حد قیمتی ڈائمنڈ رنگ پہناتے اس نے گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبایا تھا اور جھک کر محبت پاش نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا۔ رات میں وہ اسے فون پر کہہ رہا تھا۔

"آئلہ میں اتنا خوش ہوں کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔ میں نے زندگی میں جو کچھ چاہا وہ ہمیشہ مجھے ملا۔ میں اتنا خوش نصیب ہوں اس بات کا احساس مجھے آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔" اور اس کے اندر جیسے کوئی بین کرنے لگا تھا زندگی نے اس کے ساتھ کتنا عجیب مذاق کیا تھا۔ یہی بات جن لبوں سے وہ سننا چاہتی تھی وہاں سے سن نہیں سکی تھی اور جہاں سے سن رہی تھی وہاں کی اس نے کبھی چاہ کی ہی نہیں تھی۔

"تم مجھے پہلی ہی نظر میں دوسروں سے مختلف اور منفرد لگی تھیں۔ تم اس روز وہاں ڈنر میں ایسے بیٹھی تھیں جیسے کوئی ملکہ اپنے تخت پر بیٹھی رعایا کی طرف نظر کرم کرکے ان پر کوئی احسان کردے۔ تمہارا وہ مغرور انداز مجھے اتنا متاثر کر گیا کہ میں کھنچتا ہوا تمہاری طرف چلا آیا۔ لیکن تم نے اپنے رویے سے مجھے حیران کردیا۔ مجھے زندگی میں اس سے پہلے کبھی کسی نے اگنور نہیں کیا تھا۔ میں ہمیشہ مرکز نگاہ رہا ہوں بے حد چاہا گیا ہوں مگر تم نے مجھے اس طرح نظر انداز کیا جیسے تمہاری نظروں میں میری کوئی وقعت نہیں ہے۔ مجھے خاطر میں لائے بغیر تم آگے بڑھ گئیں اور میں نے اسی لمحے اپنی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ کرلیا۔ تم بالکل میری طرح ہو' مغرور' اپنی ذات سے پیار کرنے والی اور اپنے آگے کسی کو خاطر میں نہ لانے والی۔ کتنی لڑکیاں میرے آگے پیچھے پھرتی تھیں مگر مجھے ان میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ تم سب سے الگ ہو بہت خاص۔ لگتا ہے خدا نے تمہیں میرے لیے ہی بنا کر بھیجا ہے۔"

جہاں وہ بلا مقابلہ منتخب کرلی گئی تھی وہاں اس نے مقابلے میں حصہ لیا ہی نہیں تھا اور جس جگہ وہ پوری تیاریوں کے ساتھ اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لاکر میدان میں اتری تھی وہاں اسے شکست فاش ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے سنتی رہی تھی۔ جو اس کی رفاقت ملنے پر خوش تھا اپنے آپ نازاں تھا۔

جتنے دن وہ کراچی میں رہا روز اس سے ملتا۔ کبھی وہ ساتھ لنچ کرتے کبھی وہ اسے شاپنگ کرانے لے جاتا اور جو اگر وہ کبھی اس کا دیا ہوا کوئی تحفہ استعمال کرلیتی تو ایسے خوش ہوتا جیسے اس چیز کی اس سے پہلے کوئی قیمت نہ تھی محض اس کے استعمال کرلینے سے وہ چیز قیمتی ہوئی ہے۔ ان کی شادی ڈیڑھ دو سال سے پہلے ہونے کا کوئی امکان نہ تھا کیونکہ تیمور جس کی فائیو اسٹار ہوٹلز کی پورے یورپ میں چین تھی اب اس کا

دائرہ وسیع کرکے اسے مڈل ایسٹ اور سینٹرل ایشین ممالک تک لانا چاہتا تھا اور اس کام میں وہ بے حد مصروف تھا۔

"میں چاہتا ہوں تم جب میری زندگی میں آؤ تو میرے اوپر کاموں کا اتنا لوڈ نہ ہو۔ ہم ورلڈ ٹور پر نکل جائیں خوب گھومیں اور پیچھے کاموں کی کوئی ٹینشن نہ ہو۔" جانے سے پہلے اسے نازک سا پرل کا نیکلس اپنے ہاتھوں سے پہناتے اس نے کہا تھا۔

اس نے تیمور سے اپنی جاب کرنے کا تذکرہ کیا تو اسے تو کوئی اعتراض نہ تھا مگر پھپھو اس پر بری طرح ناراض ہونے لگیں۔

"میری ہونے والی بہو ٹکے ٹکے کے لوگوں کی [illegible] ہاں کرے گی۔ مائی فٹ' ارے جتنی تنخواہ تمہیں [illegible] اس سے دوگنی تنخواہیں تو میں اپنے ملازموں کو [illegible] ہوں۔ پیسوں کی ضرورت ہے تو جتنے چاہئیں [illegible] تمہیں ویسے ہی دے دیا کرے گا۔" اپنی ماں کی [illegible] گھٹیا بات پر تیمور نے بعد میں اس سے بہت معافی [illegible] تھی۔

"پلیز میری خاطر تم ممی کی ان فضول باتوں کو اگنور [illegible] وہ شاید اس رشتے سے زیادہ خوش نہیں ہیں [illegible] اس طرح بی ہیو کر رہی ہیں۔ میں تم سے وعدہ [illegible] ہوں شادی کے بعد تم جو کام کرنا چاہو گی تمہارا [illegible] ساتھ دوں گا' تمہیں سپورٹ کروں گا۔" وہ ہرٹ [illegible] تھی یا نہیں مگر اپنے لیے اس شخص کا والہانہ [illegible] کر اسے خود پر سخت تاسف ہوا تھا اپنے آپ [illegible] ہوئی تھی جو اتنے اچھے انسان کو دھوکا دے [illegible] اس کے ساتھ منافقت برت رہی تھی۔

[illegible] تھا پھپھو کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ وہ بری [illegible] کے زعم میں مبتلا تھیں۔ انہیں آئلہ کا [illegible] میں بنا وہ خوب صورت تین سو گز کا [illegible] کسی ڈربے کی طرح نظر آتا اور اس کے [illegible] گاڑی وہ اکورڈ اور نسان پیٹرول انہیں اپنے [illegible] گاڑی دس عالیشان گاڑیوں کے مقابلے میں [illegible] گھٹیا لگتیں۔ جب تک وہ واپس لندن نہیں چلی گئیں آئلہ کی جان عذاب میں گرفتار رہی۔ یہ کپڑے کیوں پہنے ہیں۔ جیولری اتنی چیپ اور ہلکی کیوں استعمال کرتی ہو۔ اپنے آپ کو ہمارے اسٹینڈرڈ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو فلانے کے ساتھ اردو میں کیوں بات کی وغیرہ وغیرہ۔ وہ شاید بیٹے کی ضد کے آگے مجبور ہو گئی تھیں ورنہ اس عام سی لڑکی میں ان کے نزدیک ایسی کوئی بات نہ تھی کہ وہ ان کے گھرانے کی اکلوتی بہو ہونے کا اعزاز پاتی۔

لندن جاکر بھی تیمور کی وارفتگی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تھی۔ وہ ویسے ہی اسے فون کرتا موقع بے موقع مختلف تحائف بھیجتا۔ اب تو اس نے بھی خود کو سمجھا لیا تھا اس لیے وہ بھی جواب میں اسے تحفے بھیجتی۔ کسی وجہ سے اس کا فون نہ آتا تو خود کرکے اس کی خیریت دریافت کرتی۔

چھ ماہ بعد اس کی سالگرہ آئی تو وہ بطور خاص صرف اس کی سالگرہ سیلیبریٹ کرنے اچانک آکر اسے حیران کر گیا۔ لیلیٰ اور دانش جو چچی جان کی بیماری کا سن کر ان دنوں کراچی آئے ہوئے تھے تیمور کے اس طرح آنے پر اسے چھیڑنے لگے۔

"تم نے ایسا کون سا تعویذ اسے گھول کر پلایا ہے' مجھے بھی بتاؤ یہ دانش کا بچہ تو ساتھ رہ کر بھی ہمیشہ میری برتھ ڈے بھول جاتا ہے۔ کبھی ہفتے بعد اور کبھی کبھار ایک آدھ مہینے بعد اگر اتفاق سے یاد آجائے تو میرے اوپر احسان کرتے ہوئے گفٹ سے نواز دیا جاتا ہے ورنہ اللہ اللہ خیر صلا۔" لیلیٰ' دانش اور تیمور کے سامنے ہی اس سے بول پڑی تو وہ کچھ پزل سی ہوتی اسے گھور کر رہ گئی۔

شیرٹن میں پاکستان کے جی-8 ممالک کے ساتھ تعلقات کے موضوع پر سیمینار ہو رہا تھا اور وہ تینوں انٹیلیکچوئلز اس میں شرکت کے لیے بری طرح بے تاب ہو گئے۔ تیمور صرف تین دن کے لیے آیا تھا اور آج اسے واپس چلے جانا تھا۔ اس کا اس قسم کا سیمینارز میں کبھی دل نہیں لگتا تھا مگر وہ مجبوراً تیمور کی خاطر ان لوگوں کے ساتھ چلی آئی تھی۔ جب وہ اس کا

اتنا خیال رکھتا تھا تو اس کا بھی فرض بنتا تھا کہ اس کی خواہشات کا احترام کرے۔ ان لوگوں کے ساتھ آ تو گئی تھی مگر وہاں آدھا گھنٹہ بیٹھ کر ہی اس کا دل گھبرانے لگا اتنی ثقیل اور خوف ناک گفتگو اس سے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تیمور کے کان میں منمنائی۔

"تیمور مجھے سخت ڈپریشن ہو رہا ہے۔ تم لوگ یہ عالمانہ گفتگو سنو، میں ذرا باہر کا ایک راؤنڈ لگا کر آتی ہوں۔" اس کی بات پر وہ مسکرا دیا تھا۔ اتنی دیر بھی وہ صرف اس کی خاطر بیٹھی رہی ہے اس لیے سر ہلا کر اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملنے کی دیر تھی وہ سر پر پاؤں رکھ کر اس گھٹن زدہ ماحول سے باہر نکل آئی اور ادھر ادھر تفریحاً گھومنے لگی۔

سامنے سے آتے اس شخص کو دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رک گئی پھر اگلے ہی لمحے وہ اس سے کترا کر اسے نظر انداز کر کے گزر جانا چاہتی تھی مگر اس کے قدموں کو زمین نے جکڑ لیا تھا وہ چاہتے ہوئے بھی وہاں سے نہ ایک قدم آگے بڑھ پائی اور نہ پیچھے آ پائی اور وہ اسے دیکھ کر صرف ایک لمحے کو حیرت سے منجمد ہوا تھا اگلے ہی پل وہ تیز قدموں سے درمیانی فاصلہ مٹاتا اس کے روبرو تھا۔

"اپنے کہے ہوئے الفاظ کے مطابق اصولاً تو تمہیں مجھے پہچاننے سے انکار کر دینا چاہیے۔" وہ اس کے سامنے کھڑا بغور اسے دیکھتا بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ "صرف تمہاری وجہ سے روز بی بی سی دیکھتا ہوں کہ شاید تم نے کوئی تیر مار ہی لیا ہو مگر افسوس صد افسوس۔" وہ اتنا خوش پتا نہیں کس بات پر تھا۔

"کچھ تو بولو۔ یہی کہہ دو کہ تم نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔" وہ اس کی مسلسل چپ سے عاجز آ کر بولا تو وہ کسی شاک کی کیفیت سے نکل کر بمشکل بول پائی۔

"کیسے ہیں آپ؟" لہجہ بڑا فارمل سا تھا۔ وہ اس کے فارمل سے انداز اور اجنبی رویے پر اپنی حیرت چھپاتا ہوا بولا۔

"میں تو خیر ٹھیک ہی ہوں۔ تم اپنی سناؤ کیسی ہو کیا کر رہی ہو۔" پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر بولا۔

"میرا خیال ہے کہیں آرام سے بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" اور چلنے کے لیے قدم یوں آگے بڑھائے جیسے یقین تھا کہ وہ بھی کہیں بیٹھنے کے لیے بے چین بیٹھی ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ چلنے سے روکنا چاہتی تھی مگر اس کے قدم خود بخود اس کے پیچھے اٹھ رہے تھے۔ اسے ست رفتاری سے چلتا دیکھ کر وہ بھی آہستہ چلنے لگا۔ پھر ایک میز منتخب کر کے وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا اسے بھی بیٹھنے کی آفر کرنے لگا تو وہ بیٹھ گئی۔

ترنگ میں میز پر انگلیاں بجاتا وہ بڑا ایکسائیٹڈ نظر آ رہا تھا۔ اس کے میز کی سطح کو گھورتے ہوئے چہرے کو بڑی فرصت سے جانچتا جیسے اس کا ایکسپریشن پڑھ لینا چاہتا ہو۔

"آج مجھے یقین آ گیا ہے کہ دنیا اتنی وسیع بھی نہیں کہ اس میں جو ایک بار کھو جائے دوبارہ کبھی مل بھی نہ سکے، تمہیں یقین تھا کیا کہ ہم آئندہ کبھی ملیں گے۔" وہ اس سے عجیب لایعنی باتیں کر رہا تھا۔ اپنے ملنے پر اس کا اتنا خوش ہونا اس کے لیے بڑا تعجب خیز تھا۔ کچھ دیر اس کے جواب کا انتظار کر کے وہ خود ہی بولا۔

"تمہیں نہیں لگتا ہم ہمیشہ فلمی انداز میں اچانک اتفاقاً" ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ میں نے تو ابھی ابھی بڑی سنجیدگی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ کبھی فلموں کا مذاق نہیں اڑایا کروں گا۔ بھلے سے ہیرو آرکیٹکٹ بنے یا پائلٹ۔" وہ اپنی بات پر خود ہی کھکھلا کر ہنس پڑا تھا اور وہ جواب میں مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔

اسے اتنا سنجیدہ اور خاموش دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو گیا اور بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"دو سال اتنا طویل عرصہ تو نہیں ہوتا کہ کوئی پورا کا پورا چینج ہو جائے۔ مگر تم مجھے بہت بدلی ہوئی محسوس ہو رہی ہو۔ لڑکی کچھ تو بولو۔ اتنی دیر سے میں ہی بولے چلا جا رہا ہوں۔" بات کے اختتام پر وہ شگفتگی سے مسکرایا تھا۔ اور وہ بدقت خود کو سمجھاتی، سنبھالتی اس سے بولی۔

"آپ یہاں کیسے آئے کیا کسی مہم کے سلسلے میں۔" وہ جو اس انتظار میں تھا کہ ابھی وہ لڑکی کہے جانے پر اپنے سابقہ انداز میں روٹھے لہجے میں بولے گی "میرا نام لڑکی نہیں ہے۔ میں آئلہ ہوں۔ آئلہ اکرام۔" اس کے غیر متوقع جواب پر وہ کتنی ہی دیر چپ بیٹھا رہا۔

"مہم ہی سمجھ لو۔" کافی دیر بعد اس نے جواب دیا تو لہجہ بڑا گم صم سا تھا۔ وہ ایکسائٹمنٹ اور جوش و خروش کچھ سرد پڑ گیا تھا۔

"آئلہ تمہیں مجھ سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔" وہ اس کے چہرے پر موجود تاثرات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ جیسے وہ خوش ہونا بھی چاہتی ہے اور ہو بھی نہیں پا رہی یوں جیسے کوئی بات، کوئی چیز اسے ایسا کرنے سے روک رہی ہے۔ اس چہرے پر موجود ہر تاثر کو وہ بڑی آسانی سے پڑھ لیا کرتا تھا کہ یہ چہرہ بڑا سچا کھرا اور منافقت سے پاک تھا۔ مگر آج وہ اسے حیران کر رہی تھی اپنے عجیب و غریب رویوں سے۔

"میں آپ سے مل کر خوش کیوں نہیں ہوں گی۔ آپ میرے محسن ہیں۔ آپ کے بڑے احسانات ہیں مجھ پر۔" بڑی دیر سے میز کو گھورتی سر اوپر اٹھا کر وہ بڑی ہمت کر کے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی اور فوراً" ہی اپنی نظریں دوبارہ میز پر مرکوز کر دیں کہ ان آنکھوں کو وہ اپنا کوئی بھید نہیں دینا چاہتی تھی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو ناں، مجھے پتا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس ناراضگی میں تم حق بجانب بھی ہو۔ کتنا سمجھایا تھا مجھے پیٹر نے وہ دوست میرا تھا مگر فیور تمہیں کرتا تھا۔" اس کی اس بات پر اس نے سر اٹھا کر حیرت سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بڑی بے بسی سے مسکرا دیا۔ پتا نہیں وہ اپنی کس غلطی کا اعتراف کر رہا تھا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"آئلہ مجھے اپنی خوش قسمتی پر کوئی یقین نہیں تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم دوبارہ کبھی مجھے ملو گی۔ اپنے خیال سے تو میں نے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو دیا تھا۔ اس روز جب میں تمہیں چھوڑ کر جا رہا تھا تو تمہاری وہ ناراض اور شکایت کرتی نظریں میرے ساتھ ہی تھیں اور پھر ان نظروں نے ہمیشہ میرا پیچھا کیا۔" وہ پتا نہیں کون سی زبان بول رہا تھا جسے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی مگر اچانک اسے محسوس ہوا کہ ہاتھ میں پہنی وہ قیمتی انگوٹھی اسے چبھنے لگی ہے۔ اپنی اس کیفیت سے گھبرا کر وہ اس سے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ وہ بول پڑا۔

"کچھ مت کہو۔ صرف مجھے سنو۔ میں تم سے سچ بولنا چاہتا ہوں۔ صرف تمہارے ساتھ میں وہی بولنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں ہے۔ مجھے یہ بات قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا کہ تم وہ پہلی اور آخری لڑکی ہو جو میرے دل کے دروازے پر لگا "داخلہ منع ہے۔" کا بورڈ نظر انداز کرتی بڑے آرام سے اندر آ گئیں اس طرح کہ میں تمہیں وہاں سے کبھی نکال بھی نہیں سکا۔ میں جو لڑکیوں میں بہت بدتمیز بہت روڈ اور ال مینرڈ مشہور تھا ایک کمزور سی لڑکی سے ہار گیا۔ تمہیں یاد ہے ناں میں نے تمہیں بتایا تھا مجھے ہارنے سے نفرت ہے۔ مگر میں یہ بات بھول گیا تھا کہ ہر نپولین کے لیے ایک واٹرلو بھی تو ہوتا ہے اور تم میرے لیے واٹرلو ہی ثابت ہوئیں میں تم سے ہار گیا۔ مجھے نہیں معلوم تم مجھے پہلی بار کب اچھی لگی تھیں شاید اس وقت جب تم بڑی بے چینی سے میرا انتظار کرتی مجھے دیکھ کر بولی تھیں "شکر ہے آپ واپس آ گئے۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی تھی۔" یا شاید اس وقت جب مجھ سے لڑ جھگڑ کر خیمے سے باہر چلی گئی تھیں یا پھر جب پتھر پر بیٹھی مجھے بد دعائیں دے رہی تھیں۔ مگر اتنا تو مجھے اس وقت بھی پتا تھا کہ میں تم سے اپنی عادت کے برخلاف بہت رعایت برت رہا ہوں مگر اپنے آپ سے بھی یہ بات قبول کرنے کے لیے میں ہرگز آمادہ نہ تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ سب وقتی کیفیت ہے یا شاید ماحول کا اثر ہے جو میں تم میں اتنی دلچسپی لے رہا ہوں۔" اس کے منہ سے یہ باتیں سن کر کچھ دیر کو وہ سب کچھ بھول

گئی۔ اپنی انگلی میں موجود وہ انگوٹھی بھی اسے یاد نہ رہی۔ بس سر جھکائے اسے سنتی رہی۔

''اپنی اس کیفیت کو میں نے اس وقت تک کوئی اہمیت نہ دی تھی جب تک وہ واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ اس روز اپنا وہ اشتعال اور بے تحاشا غصہ مجھے خود حیران کر گیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے میں نے خود پر ضبط کیا تھا ورنہ دل تو میرا یہ چاہ رہا تھا ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ ٹھیک ہے تمہاری حفاظت کی میں نے ذمہ داری قبول کی تھی مگر میرا رویہ محض ذمہ داری بھگتانے والا نہیں تھا۔ اپنی اس کیفیت پر میں خود سے ہی ناراض ہو گیا تھا اور جلد سے جلد تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا کر ان کیفیات سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا یہ وقتی ابال ہے جو وقت گزرنے پر خود ہی ختم ہو جائے گا مگر تم سے دور جا کر میں نے جانا کہ وہ کمزور بزدل اور ڈرپوک لڑکی جو میرے ہاتھ سے تھپڑ کھا کر میرے ہی گلے لگ کر آنسو بہاتی ہے اسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

خود سے لڑتا جھگڑتا جب میں ہار مان گیا اور تمہاری تلاش میں واپس نیوبلی آیا تو پتا چلا کہ میں نے تمہیں ''واقعتاً'' کھو دیا ہے اپنی کوتاہ اندیشی کے سبب۔ پھر میں جوان حرکتوں کو چیپ رومینٹزم کہا کرتا تھا اس عرصے میں کہاں کہاں تمہیں ڈھونڈتا رہا۔ تم نے کتنی مرتبہ مجھے اپنے بارے میں بتانے کی کوشش کی تھی اور میں نے سننا گوارا نہیں کیا تھا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ تم پاکستان میں کہاں رہتی ہو۔ اس درخت کو میں نے گھٹنوں بیٹھ کر تکا ہے جس پر تمہارا اور میرا نام لکھا ہوا تھا۔ آئلہ کیا وہ دن زندگی میں دوبارہ آ سکتے ہیں۔ تم میرے لیے کافی بنا کر لا رہی ہو' ہم ایک ساتھ جھیل کنارے بیٹھے ہیں۔ وہ وقت کتنا خوب صورت تھا۔''

وہ جیسے کہیں کھو گیا تھا اور وہ اچانک کسی خواب سے جاگ گئی تھی ایک دم کرسی چھوڑ کر کھڑی ہو گئی جیسے یہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہو۔

''پلیز بیٹھ جاؤ آئلہ۔ میری ساری بات سن لو۔ میں تمہیں کسی بات کے لیے مجبور نہیں کر رہا۔ مگر کم از کم تم میری بات سن تو سکتی ہو۔ میں نے آج تک اپنا آپ کسی کے سامنے نہیں کھولا آج تم سے کہہ رہا ہوں۔ پلیز میری بات سن لو۔'' وہ بڑی عاجزی سے بول رہا تھا اور وہ دو متضاد کیفیتوں کا شکار دوبارہ بیٹھ گئی۔

''محبتوں پر سے میرا یقین اٹھ گیا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ محبت وحبت سب بکواس باتیں ہیں ان کا دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے۔ میرے ماں باپ نے محبتوں پر سے میرا ایمان اٹھوا دیا تھا۔ انہوں نے سارے زمانے سے ٹکر لے کر ایک دوسرے سے محبت کی شادی کی تھی۔ مگر میں نے جب ہوش سنبھالا تو مجھے ان کے درمیان کہیں کوئی محبت نظر نہیں آئی وہ ایک دوسرے سے بے زار ہمیشہ جاہلوں کی طرح لڑتے نظر آئے۔ پھر جب میں سولہ سال کا تھا تو انہوں نے بڑے آرام سے ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ میں بھی ان کے اس فیصلے کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکا۔ اور کچھ ہی عرصے بعد دونوں نے اپنی اپنی نئی دنیائیں آباد کر لیں۔ میں اکیلا رہ گیا۔ میرے ماں باپ کو میری ضرورت نہیں تھی۔ پاپا امریکہ میری پڑھائی کے پیسے بھیج کر اپنی نئی بیگم اور بچوں کے ساتھ مصروف اور ماما کے پاس تو اس کے لیے بھی وقت نہ تھا۔ میں بھری دنیا میں تنہا تھا پھر آہستہ آہستہ میں بدلتا چلا گیا۔ میں کسی بھی قسم کی محبت پر یقین کرنے کے لیے تیار نہ تھا اس لیے تمہیں اتنی شدت سے رد کر کے اپنی بے کار ضد لیے بیٹھا رہا۔ مگر آج جب قدرت نے مجھے میری غلطی کے ازالے کا موقع فراہم کر ہی دیا ہے تو میں تم سے کہوں گا آئلہ میری زندگی میں آجاؤ۔ ہم ایک ساتھ بہت خوش رہیں گے۔ میں کوئی بہت بڑا لارڈ نہیں ہوں۔ سڈنی میں میری اپنی چھوٹی سی فرم ہے۔ میں لوگوں کو گھر بنا کر دیا کرتا ہوں اور تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے مکان کو گھر بنا دو۔''

''اتنی سی بات کہنے میں اتنی دیر لگا دی۔ اب جب سب کچھ ختم ہو گیا ہے اب آئے ہو۔'' وہ اس کی بات کے جواب میں سوچ رہی تھی اور وہ چپ اس کی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اسے دو ٹوک انداز میں سب کچھ بتانے کا سوچ کر آنکھیں خشک کرتی اس سے کچھ کہنے والی تھی کہ تیمور اسے اس طرف آتا نظر آیا۔ اسے نہیں پتا تھا کہاں وہ غلطی پر ہے کس جگہ اس سے بھول ہوئی مگر اس وقت وہ خود کو مجرم محسوس کر رہی تھی۔ ان دونوں کی مجرم۔

اور وہ بڑی غیر یقینی کیفیت میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو بڑے استحقاق سے اس کی حیات کے برابر والی کرسی پر بیٹھتا اس سے بولا تھا۔

''تمہاری فکر میں مجھ سے تو وہاں تقریریں بھی ڈھنگ سے نہیں سنی گئیں۔'' وہ اس کی طرف بڑے پیار سے دیکھتا بول رہا تھا اچانک اس کی نظر سامنے بیٹھے بندے پر پڑی جسے وہ آئلہ کی فکر میں دیکھ ہی نہیں پایا تھا۔

''ہیلو۔'' وہ یہ سوچ کر کہ آئلہ کا کوئی دوست یا کلاس فیلو ہوگا خوشدلی سے مصافحہ کرنے لگا تو اس نے بھی جواب میں ہاتھ ملا کر ہیلو کہہ دیا۔ اس وقت لیلیٰ اور دانش بھی آ گئے اور لیلیٰ کرسی پر بیٹھتے ہی شروع ہو گئی۔

''تمہاری وجہ سے ہم لوگ بھی اچھی طرح سے کچھ سن نہیں سکے کہ محترمہ بور ہو رہی ہوں گی۔'' جبکہ دانش خاموشی سے سامنے بیٹھے اس اجنبی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے تعاقب میں لیلیٰ نے بھی اس طرف دیکھا۔

''تو قیامت کی گھڑی آخر آ گئی ہے۔'' وہ خود کو حوصلہ دیتی بڑی دقت سے مسکرائی اور بولی۔

''یہ ہارون ہیں۔ اور ہارون یہ میری کزن ہے لیلیٰ' یہ ان کے شوہر دانش اور یہ میرے فیانسی تیمور'' لیلیٰ نے بڑی بے ساختگی میں پہلے اس شخص کو دیکھا جس کا روشن چہرہ یک دم بجھ گیا تھا اور پھر اس کے سامنے بیٹھی اس لڑکی کو جو اس کی پیاری دوست تھی۔

''کون کہتا ہے یہ لڑکی بزدل ہے۔ آؤ دیکھو اس سے زیادہ بہادر کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی اس وقت اس کا چہرہ دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ بظاہر بڑے پر اعتماد انداز سے مسکراتی اس لڑکی کا دل اس وقت دھاڑیں مار مار کر رو رہا ہے۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتی تو شاید میں بھی اس لمحے حوصلہ ہار جاتی' میں جو سب کی نظروں میں بہت بولڈ بہت ایکسٹرا اوڈنری ہوں میں بھی ہار جاتی۔ آئلہ میری جان زندگی کے اس دوراہے پہ کھڑی تم اس وقت پل صراط کا سفر طے کر رہی ہو' میں جانتی ہوں۔'' لیلیٰ نے اپنی بے اختیار چھلکنے والی آنکھوں کو رگڑ کر توجہ تیمور کی جانب مبذول کر دی جو بڑی خوش مزاجی کے ساتھ ہارون سے مخاطب تھا۔

''اور ہارون صاحب آپ کی کیا مصروفیات ہیں۔''

اگر وہ کمزور لڑکی بہادری کا مظاہرہ کر سکتی تھی تو پھر اسے تو اپنے مضبوط اعصاب اور بہادر ہونے کا دعویٰ تھا۔ اس لیے بڑی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''مصروفیات کیا بس لوگوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بخشتے ہیں۔ سڈنی میں ایک چھوٹی سی فرم چلا رہا ہوں۔ آرٹسٹ آدمی ہوں جیسا گھر لوگوں کے خوابوں میں ہوتا ہے میں اسے تن پیہر لے آتا ہوں۔'' اس کے جواب پر دانش اور تیمور دونوں ہنس پڑے تھے۔

''یعنی سیدھے سادے لفظوں میں آپ آرکیٹیکٹ ہیں۔'' دانش نے مسکرا کر کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ آئلہ کے فرینڈ ہیں تو ہمارے بھی دوست ہی ہوئے۔ بس یہ بات ابھی ابھی طے ہو گئی ہے کہ ہم لوگ شادی کے بعد آپ کے پاس سڈنی آئیں گے۔ سڈنی کا ساحل مجھے یوں بھی بہت پسند ہے اور پھر وہیں ہم اپنا ایک گھر بنائیں گے جس کا نقشہ آپ بنائیں گے۔ کہیے آپ کو منظور ہے۔'' تیمور بڑی بے تکلفی سے بولا تو اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بالکل منظور ہے جناب اور آپ کے ساتھ تو میں کچھ کنسیشن بھی ضرور کروں گا۔ ورنہ پیسوں کے معاملے میں تعلقات کا لحاظ کیا نہیں کرتا۔'' وہ بھی بے تکلفی سے مسکرایا تھا۔

لیلیٰ اس شخص کے صبر و ضبط پر تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ آئلہ بڑے آرام سے مسکرا کر ان

لوگوں کی باتیں سن رہی تھی۔
کچھ دیر اور ان لوگوں کے ساتھ باتیں کر کے وہ بڑی گرم جوشی سے خدا حافظ کہتا کھڑا ہوا ایک آخری نگاہ اس چہرے پر ڈالی جو شاید اس کا تھا ہی نہیں اور وہاں سے چلا گیا۔ اس نے اسے جاتا دیکھنے کی زحمت گوارا کیے بغیر اپنی پوری توجہ تیمور سے باتوں پر لگا دی تھی۔ لیلیٰ کو اچانک ہی کوئی کام یاد آگیا تو وہ ان لوگوں سے ایکسکیوز کرتی وہاں سے چلی گئی۔ پندرہ بیس منٹ بعد وہ واپس آئی تو وہ تینوں کسی بات پر قہقہہ لگا کر ہنس رہے تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

رات تیمور کو ایئرپورٹ چھوڑ کر آنے کے بعد لیلیٰ اس کے ساتھ ہی آگئی تھی اور اس کے کمرے میں آکر وہ اس سے جو کچھ کہہ رہی تھی وہ اس کے لیے ناقابل فہم تھا۔

"لیلیٰ تم کس قسم کی باتیں کر رہی ہو۔" وہ آخر کار تنگ آکر بول پڑی تھی۔

"آئمہ وہ تمہیں بہت چاہتا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں تمہاری سچی اور بے لوث محبت دیکھی ہے۔ اسے مایوس مت لوٹاؤ۔ اسے روک لو۔" لیلیٰ کی اس بات پر وہ آپے سے باہر ہو گئی۔

"وہ مجھے بہت چاہتا ہے اس لیے میں اسے روک لوں اور کل کوئی اور میری محبت کا دعوے دار پیدا ہو جائے تو اسے چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لوں۔ لیلیٰ بیگم یہ خود سری اور خود غرضی کے جو سبق آپ مجھے پڑھانے کی کوشش کر رہی ہیں میں انہیں پڑھنا نہیں چاہتی۔" وہ بڑے تنفر سے بولی تو لیلیٰ نے بڑی عاجزی سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"کیوں خود کو اذیت دے رہی ہو۔ تیمور بہت روشن خیال اور کھلے ذہن کا آدمی ہے۔ میں اسے سب کچھ بتا دوں گی۔ وہ انڈر اسٹینڈ کر سکتا ہے۔ تمہارے اوپر کوئی آنچ نہیں آئے گی میں سب کچھ ہینڈل کر لوں گی۔ دیکھو آئمہ۔ یہ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں جو ہم اسے ضائع کر دیں۔ وہ اتنی دور سے تمہاری تلاش میں آیا تھا۔ اس وقت میں اس کے ہی پیچھے گئی تھی وہ کتنا تھکا ہوا اور نڈھال لگ رہا تھا۔ میں نے اس سے اس کا ایڈریس اور فون نمبر لے لیا ہے۔ تم دیکھنا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" لیلیٰ کی اس بات پر اس نے بڑی نفرت سے اس کے ہاتھ جھٹک دیے۔

"تم اگر میری دوست نہ ہوتیں تو ابھی اس بات پر میں تمہارے منہ پر تھپڑ مار دیتی۔ لیکن میں تمہارا لحاظ کر رہی ہوں۔ آج کے بعد یہ بے ہودہ بات کبھی مجھ سے مت کرنا اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ اگر بات محبت کی ہے تو وہ تو تیمور بھی مجھ سے بہت کرتا ہے شاید اس شخص سے بھی زیادہ۔ تمہارے سمجھانے پر ہی میں اس راستے پر آئی تھی اور اب پلٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیلیٰ بیگم یہ یورپ یا امریکہ نہیں جہاں شادیاں اور منگنیاں ایک مذاق ہوتی ہیں آج ایک سے کل دوسرے سے۔ یہ پاکستان ہے اور میں ایک مشرقی لڑکی ہوں جو اپنی کمٹ منٹ مرتے دم تک نبھائے گی۔ جس کے ساتھ پیمان باندھا ہے۔ زندگی کے آخری لمحے تک اس کی وفادار رہوں گی۔" وہ ایک کڑی نگاہ اس کے چہرے پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

ہم ہیں آوارہ سو بسو لوگو
جیسے جنگل میں رنگ و بو لوگو
ساعت چند کے مسافر سے
کوئی دم اور گفتگو لوگو
تھے تمہاری طرح کبھی ہم بھی
رنگ و نکہت کی آبرو لوگو
قریہ عاشقی، سراچہ دل
گھر ہمارے بھی تھے کبھو لوگو
وقت ہوتا تو آرزو کرتے
جانے کس شے کی آرزو لوگو
طلب ہوتی تو جستجو کرتے
جانے کس کس کی جستجو کرتے
کوئی منزل نہیں روانہ ہیں
ہم مسافر ہیں بے ٹھکانہ ہیں

اپنے سر کو سیٹ کی پشت سے ٹکاتے اس نے نم ہوتی آنکھوں سمیت سوچا۔

"تو آخر میں نے تمہیں کھو دیا۔ ہمیشہ کے لیے شاید مجھ جیسے لوگوں کا یہی انجام ہونا چاہیے جو درست وقت پر درست بات نہ کر پائیں ان کے ساتھ زندگی کو یہی سلوک کرنا چاہیے۔ کیوں میں نے اپنی زندگی کے سب سے اہم معاملے میں غفلت سے کام لیا۔ میرا خیال تھا کہ در دل پر دستک دیتی وہ لڑکی میرے انتظار میں کھڑی تمام عمر بتا دے گی اور جب کبھی میں یہ در وا کروں گا تو وہ کھڑی میری راہ تک رہی ہو گی۔ یہ در بدری یہ بے سکونی تو میری اپنی خریدی ہوئی ہے۔ مگر آج سوچوں تو دل میں خیال آتا ہے کہ میں ایسا تھا کیوں۔ کیوں میرا محبتوں پر یقین نہیں تھا۔ ماما اور پاپا آپ لوگ تو اپنی اپنی دنیاؤں میں مگن کبھی یہ سوچتے بھی نہیں ہوں گے کہ آپ کے رویوں سے نالاں ہو کر میں رشتوں سے محبتوں سے ایسا بے زار ہوا کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی بازی ہار گیا۔ جب آپ نے اپنی سترہ سالہ رفاقت کا خاتمہ بڑے سکون سے کیا تو آپ لوگوں نے ایک لمحے کو بھی رک کر میرے بارے میں نہ سوچا میں جو آپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ محض سولہ سال کا کم عمر لڑکا۔ آپ دونوں نے بڑے آرام سے اپنے لیے نئے ساتھی چن لیے اور اپنی زندگیوں میں مگن اس بچے کو بھول گئے جو اپنا گھر بکھر جانے پر ٹوٹ گیا تھا۔ جو اپنے ماں باپ کے سائے میں ایک خوب صورت سے گھر میں رہنا چاہتا تھا۔ جسے اپنے گھر سے بہت محبت تھی۔ لیکن میرے ساتھ ہوا کیا؟ میں تنہا رہ گیا۔ ساری محبتیں دم توڑ گئیں۔ ہوسٹلوں میں رہ کر آپ دونوں کی طرف سے پیسے اور تحفے وصول کرتے کرتے آخر کار میں ہر رشتے سے بے زار ہو گیا۔ میرا ایمان اٹھ گیا ہر رشتے پر سے تمام محبتوں پر سے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا جب آپ دونوں کو میری ضرورت پیش آئی مگر میں اس وقت تک تمام ضرورتوں اور محبتوں سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ گھر کا تصور مجھے پاگل کر دیتا تھا میں جو لوگوں کو گھر بنا کر دیا کرتا تھا تمام عمر اپنے مکان کو گھر نہ بنا سکا۔ میں یہی سوچتا کہ اگر کبھی زندگی میں شادی کرنی ہی پڑی تو وہ محض ضرورت کا رشتہ ہو گا وہاں کسی محبت کا کوئی گزر نہ ہو گا۔ اس لیے اس اچھی سی لڑکی کو بڑی شدتوں سے رد کرتا رہا۔ کیا پتا تھا ایسا کر کے میں اپنے لیے دکھوں کا ایک کوہ گراں خود خرید رہا ہوں۔

اور وہ ایک شخص تیمور، خوش بختی کا تاج جس کے سر پر سجا ہے خدا کرے کہ تمہیں اتنا سکھ دے، اتنی خوشیاں دے کہ تمہارے دل میں کبھی بھولے سے بھی میری یاد نہ آئے۔ تم بھول جاؤ کہ اس دنیا میں کہیں کوئی ہارون وقار احمد بھی رہتا ہے جو تمہیں ٹوٹ کر چاہتا ہے شاید اپنی زندگی سے بھی بڑھ کر۔

اپنے معمول کے مطابق ہم
آج بھی روز کی طرح یونہی
دن کے ہمراہ بے خیالی میں
وادی شام سے گزرتے ہوئے
رات کی سرحدوں کو چھو لیں گے
نیند کے در کو کھٹکھٹائیں گے
لاکھ روئیں گے گڑگڑائیں گے
کاسہ چشم میں مگر اک خواب
آج کی رات بھی نہ پائیں گے

♥ ♡ ♡ ♥

تیمور اور وہ جیولری کے ڈیزائن پسند کر کے ڈنر کرنے آگئے۔ تیمور بے حد خوش تھا اور بہت سی باتیں کرنے کے موڈ میں بھی تھا۔ اسی لیے وہاں اچھی خاصی دیر ہو گئی۔ سردیوں کے دنوں میں رات کے دس بجے آدھی رات لگ رہی تھی۔ اس نے ہی اسے وقت کا احساس دلایا تو وہ کھڑا ہوا۔ ان لوگوں کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی تھی اور پھپھو اور تیمور ان دنوں اسے اس کی پسند کی جیولری اور ملبوسات خریدوانے

میں لگے ہوئے تھے۔ پھپھو آج طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ساتھ نہیں آسکیں تو تیمور اور وہ اکیلے ہی چلے آئے۔ گو شادی میں ابھی تین مہینے باقی تھے مگر پھپھو اپنی اسٹینس کانشس طبیعت سے مجبور ابھی سے تیاریوں میں مصروف ہوگئی تھیں۔ زیور وہاں سے لینا ہے اور عروسی جوڑا فلاں سے لینا ہے وہ اسی ادھیڑ بن میں تھیں۔

سردیوں کے دن اوپر سے برستی ہوئی موسلا دھار بارش روڈوں پر اچھا خاصا سناٹا تھا۔ گاڑی میں ہلکا سا میوزک لگائے تیمور اسے مستقبل کے خوش آئند خواب دکھا رہا تھا۔ اسے اپنی وفاؤں کا اپنی محبتوں کا یقین دلا رہا تھا۔ وہ مسکراتی اس کی بے تابیاں دیکھ رہی تھی۔

اچانک ہی گاڑی ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ رکی تو اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ وہ تین مسلح نقاب پوش تھے جنہوں نے روڈ پر شاید کوئی رکاوٹ کھڑی کرکے انہیں گاڑی روکنے پر مجبور کردیا تھا۔

ہاتھوں میں ٹی ٹی تھامے وہ بڑے سفاک لہجے میں ان سے گاڑی سے اترنے کا مطالبہ کررہے تھے۔ کوئی جائے فرار نہ پاکر وہ دونوں گاڑی سے اتر آئے۔ تیمور کے ہاتھ سے اس کی بلیک مرسڈیز کار کی چابیاں ان میں سے ایک نے چھین لیں اور اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"چلو جلدی سے بیٹھو۔" اس کا لہجہ بڑا سرد سا تھا۔ اس کی بات کے جواب میں ان میں سے ایک آگے بڑھ کر اس کی طرف آیا جو تیمور کے ساتھ لگی کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کچھ دیر کھڑا اس کو بڑی جانچتی نظروں سے دیکھ کر اپنے ساتھی سے بولا۔

"یار خالی خولی گاڑی لے جانے میں کچھ مزہ نہیں آرہا۔ ایک تو یہ آسامی کچھ زیادہ ہی تگڑی لگ رہی ہے۔ پھر یہ چیز بھی اتنی بری نہیں ہے۔ کیا خیال ہے ذرا تاوان وادان کا ہی کوئی چکر چلا لیں گے۔" وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولا۔ پھر اس کا چہرہ چھوڑ کر اس کی پسلی پر ٹی ٹی رکھ کر بولا۔

"چلو گاڑی میں بیٹھو۔" اس نے مدد کے لیے تیمور کی طرف دیکھا جو لاشعوری طور پر اس سے دور ہٹ گیا تھا۔ وہ اونچا پورا مرد پسینوں میں نہایا خوف سے کانپ رہا تھا۔ آئلہ کے دل پر جیسے کوئی بجلی گر پڑی۔ اس نے بڑی ہمت کرکے تیمور کی طرف بھاگ کر جانا چاہا تو اس آدمی نے اس کے منہ پر تھپڑ مار کر اسے زوردار دھکا دے کر گاڑی میں دھکیلنا چاہا وہ پوری قوت سے چلائی۔

"تیمور ہیلپ می۔" وہ آدمی اسے گاڑی میں دھکا دے کر بٹھا رہا تھا اور وہ مچل مچل کر خود کو چھڑا رہی تھی اور تیمور دور کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دیکھا ان میں سے ایک نے ایک زوردار ہاتھ تیمور کو لگایا تو وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔

"اگر خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔ اور اگر مرنے کا زیادہ ہی شوق ہے تو۔" اس آدمی نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر تیمور کو دوبارہ ایک پنچ مارا تو وہ جو بمشکل کھڑا ہوا تھا دوبارہ گر پڑا۔ وہ شخص بدستور تیمور کو گن پوائنٹ پر لیے کھڑا تھا۔

پھر آئلہ نے جو کچھ بتا کم ہوش و حواس دیکھا وہ اس کے لیے ناقابل یقین تھا وہ اس کی عزت کا رکھوالا اسے چھوڑ کر اس کی طرف دیکھے بغیر اندھا دھند وہاں سے بھاگتا چلا جارہا تھا اور وہ جو کچھ دیر پہلے خوف سے کانپ رہی تھی مگر یہ بھی پتا تھا کہ میرا محافظ میرے ساتھ ہے جو مجھ پر کوئی آنچ آنے نہیں دے گا اسے جاتا دیکھ کر صرف ایک لمحے کو گنگ سی ہوئی تھی۔ اگلے ہی پل پتا نہیں اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی اور وہ پوری قوت سے اس آدمی کو دھکا دے کر اس کی گرفت سے آزاد ہوگئی۔ وہ شاید اس کے نازک سراپے سے اس بہادری کی توقع نہیں کررہا تھا یا یہ خیال ہوگا کہ جس کا مرد اتنا کمزور ہو وہ عورت کیا طاقت ور ہوگی۔ اپنی اس غفلت سے وہ مار کھا گیا اور وہ اپنی پوری طاقت تمام تر ہمت یکجا کرکے وہاں سے بھاگنے لگی۔ وہ شاید اسے مارنا نہیں چاہتے تھے آخر انہیں اس کی جان کے

عوض کروڑ دو کروڑ وصول کرنے تھے اس لیے اس پر فائر کرنے کے بجائے گاڑی میں بیٹھ کر اس کے پیچھے آنے لگے۔ اپنے پیچھے گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں تو وہ اس تنگ سی گلی میں مڑ گئی۔ قدرت اس پر شاید مہربان تھی جو اس وقت وہ تمام علاقہ بجلی چلے جانے کی وجہ سے اندھیرے میں ڈوب گیا تھا اور وہ اسے اس گلی میں مڑتا نہیں دیکھ سکے تھے یا خدا نے اس لمحے ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا تھا اور وہ گاڑی آگے بڑھا کر لے گئے تھے۔ اس تنگ سی اندھیری گلی میں ایک گھنے پیڑ کے تنے سے ٹیک لگائے وہ بارش میں بھیگ رہی تھی۔

پتا نہیں اسے اس طرح درخت کے پیچھے چھپ کر کتنی دیر گزر گئی۔ مگر وہ احتیاطاً وہاں سے نکلی نہیں کیا پتا وہ باہر گھات لگائے بیٹھے ہوں۔ وہ لٹیرے ہوسکتا ہے ابھی بھی یہیں کہیں ہوں۔ مگر وہ شاید اس کی تلاش میں اس طرف آئے ہی نہیں تھے یا انہوں نے اس کی جان بخشی کا سوچ کر خالی گاڑی پر اکتفا کرنا منظور کرلیا تھا کہ اس نے دوبارہ اپنے آس پاس کسی گاڑی کے رکنے کی آواز نہیں سنی۔

بہت دیر بعد جب اس کے دل کو یہ اطمینان ہوا کہ وہ یہاں سے جاچکے ہیں تو وہ ڈرتے ڈرتے اس گلی سے باہر نکلی۔ وہ پورا علاقہ لوڈ شیڈنگ کے زیر اثر ہنوز اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ طویل اور اندھیری سڑک اس وقت بالکل ویران تھی۔ اچانک بجلی زور سے چمکی تو ڈر کے مارے اس کے منہ سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔ پھر اس نے دیکھا اس اندھیرے میں ایک شخص آگے بڑھ کر اس کی طرف آیا اور بڑے پیار سے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اس کا آنچل اس کے سر پر ڈالتا بولا۔

"بڑی مشکلوں سے میں نے خود پر ضبط کیا تھا ورنہ دل تو میرا یہ چاہ رہا تھا کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں۔" اور وہ اس سنسان سڑک کے بیچوں بیچ کھڑی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ خبطی سی دیوانی سی

ایک خبطی سی لڑکی کی کہانی

آسیہ سلیم قریشی کا ایک ایسا ناول جو خواتین ڈائجسٹ میں قسط وار چھپا اور بے حد مقبول ہوا آج بھی ہر لڑکی، ہر خاتون یہ ناول پڑھنا چاہتی ہے

اب کتابی صورت میں چھپ گیا ہے

مجلد، خوبصورت سرورق، قیمت 400 روپے

خواتین ڈائجسٹ

اردو بازار کراچی

ملنے کا پتا

• مکتبہ عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی

• لاہور اکیڈمی، 205 سرکلر روڈ بیرون اردو بازار، لاہور

رات کے بارہ بج رہے تھے اور بھابی اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔ اب تو کچھ پریشان بھی ہو گئی تھیں کہ وہ اب تک واپس کیوں نہیں آئی۔ اس وقت گیٹ پر بجنے والی بیل نے انہیں اطمینان دلایا۔ آنلہ اور تیمور کو سخت سست سنانے کے خیال سے جلدی سے گیٹ کھول کر باہر دیکھا تو وہ اکیلی بارش میں بھیگتی خاموش کھڑی تھی۔

"کیا ہوا۔ تم اکیلی آئی ہو؟ تیمور کہاں گیا۔" وہ اس کے لٹے لٹے سے انداز پر سخت خوفزدہ ہوتی پوچھ رہی تھیں اور وہ ان کی بات کا کوئی جواب دیے بغیر اندر داخل ہو گئی تھی۔

"آنلہ کیا ہوا؟ تم مجھے بتاتی کیوں نہیں ہو تیمور کہاں ہے۔ تم لوگ کہاں رہ گئے تھے میرا تو پریشانی کے مارے برا حال ہو گیا تھا وہ تو شکر ہوا کہ امی ابو کی آنکھ نہیں کھلی ورنہ تمہارے اب تک واپس نہ آنے پر وہ لوگ مجھ سے بھی زیادہ پریشان ہو جاتے" وہ اسے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگیں۔ مگر وہ کسی بت کی طرح خاموش تھی۔ بھابی پتا نہیں کیا کیا پوچھ رہی تھیں اسے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ پھر اس نے انہیں چیختے سنا۔

"آنلہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ خدا کے لیے بتا دو ورنہ میرا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔" ان کی چیخ پر وہ اپنے حواسوں میں واپس آئی اور بڑے سکون سے اپنے ہاتھ سے وہ قیمتی ہیرے کی انگوٹھی اتار کر بھابی کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے بولی۔

"بھابی اسے پھوپھو کو واپس بھجوا دیں۔"

پھر ان کے مزید کچھ اور پوچھنے سے پہلے وہ اپنے کمرے میں گھس گئی۔ وہ اس کی ان حرکتوں کا مطلب سمجھے بغیر کچھ دیر تو وہیں گم سم سی کھڑی رہیں۔ پھر بڑے دوٹوک انداز میں اس سے بات کرنے کا سوچ کر اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے انہوں نے سنا وہ کسی سے فون پر کہہ رہی تھی۔

"ہارون میں تمہاری پناہوں میں آنا چاہتی ہوں۔ تم زندگی بھر کے لیے میرے محافظ بن جاؤ اور دیکھو اس بار آنے میں دیر مت کرنا' میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں" وہ فون رکھ کر مڑی تو بھابی نگاہوں میں سخت بے اعتباری اور ناراضگی لیے کھڑی تھیں۔ وہ سکون سے اٹھ کر ان کی طرف بڑھی' انہیں تمام بات بتانے کے لیے کہ اسے اپنے اس فیصلے پر نہ کوئی پچھتاوا تھا نہ شرمندگی۔ یہ فیصلہ کسی محبت بھرے دل کا نہ تھا جو وصال کی آرزو میں تڑپتا مچلتا آخر کار دنیا کے رسم و رواج سے ٹکرا گیا ہو۔

یہ فیصلہ کسی نئے زمانے کی الٹرا ماڈرن پڑھی لکھی لڑکی کا بھی نہیں تھا جو اپنی خوشیوں کے لیے بڑی خود سری اور سرکشی دکھاتی کسی کی بھی پرواہ کیے بنا اپنی زندگی خود جینے کی خواہش کرتی اپنے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو کک مارتی آگے بڑھ گئی تھی۔ یہ فیصلہ اس لڑکی کا تھا جو مشرق کی بیٹی تھی۔ محبت جس کا مسئلہ نہ تھا۔ دولت' اونچے اونچے محلات اور قیمتی گاڑیاں بھی جس کے لیے اہم نہیں تھیں اس کے لیے اہم تھا اپنی عزت و ناموس کا تحفظ اور یہ تحفظ فراہم کرنے کے لیے اسے ایک محافظ درکار تھا۔ جو اس کا سائبان ہو۔ جو خود موسموں کی تمام سختیاں اپنی ذات پر جھیل لے مگر اس پر کوئی آنچ نہ آنے دے۔ جو کڑی دھوپ میں اس پر شجر سایہ دار بن کر رہے۔ جس کے ہوتے وہ سکون سے آنکھیں موند کر سو سکے۔ جو اس کی طرف کسی کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی اجازت نہ دے۔ جو اس کی طرف اٹھنے والے ہاتھ کو توڑ کر رکھ دے اور ایسے شخص کے ساتھ اسے اگر کسی جنگل میں رہنا پڑے تو رہ لے گی۔ وہ اسے کسی صحرا میں رکھے وہ خوشی خوشی رہے گی۔ وہ اسے کسی چھوٹے سے جھونپڑے میں رکھے وہ اس جھونپڑے پر فخر کرتی اپنی تمام عمر وہاں بتا دے گی۔ مگر کسی بے حمیت اور بے غیرت آدمی کا ساتھ اس مشرقی لڑکی کو قبول نہ تھا۔ سو وہ اپنے فیصلے پر بہت مطمئن تھی۔

اور وہ اس کا محافظ اس کا رکھوالا اور اس کا سائبان بس آنے ہی والا تھا۔

♥ ♡